بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اِنِّیۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ O (۳۹:۱۱)

”(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (اللہ کی طرف سے) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت اِس طرح کروں کہ اُس کو اللہ ہی کے لئے خالص رکھوں“

بمسرّت میلادِ

اِمامنا وسیدنا حضرت سید محمد مہدی موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام

عملِ بااخلاص
اور
مہدویت

تألیف

علّامۃُ العَصر اَسعَدُ العلماء مولٰینا و مرشدُنا

حضرت میاں ابوسعید سید محمودؒ

مہدویہ اسلامک سنٹر آف شکاگو

7419, N Western Ave, Chicago, IL60645, U.S.A.

۱۴/ جمادی الاوّل ۱۴۲۹ھ

۲۰/ مئی ۲۰۰۸ء

(باردوّم مع انگریزی ترجمہ)

///...... فہرست ......///

۱۔ تعارف	جناب محمد رحمت علی خان صاحب صدر مہدویہ اِسلامک سنٹر، شکاگو	
۲۔ پیش لفظ	فقیر ابوالفتح سید نصرت	
۳۔ حمد وصلوٰۃ	حضرت مولّفؒ (ترجمہ : فقیر نصرت)	
۴۔ تمہید		10
۵۔ مقصودِ عمل		13
۶۔ جذبۂ عمل اور عشقِ الٰہی		17
۷۔ بے اختیاری اور اِتّباعِ شریعت		19
۸۔ اِظہارِ کرامت		22
۹۔ وقت کی حفاظت		25
۱۰۔ نوبت کا مختصر بیان		31
۱۱۔ مومن ہر حال میں اور ہر مقام پر عمل کا پابند ہے		44
۱۲۔ عمل کا رسم وعادت وبِدعت سے پاک ہونا ضروری ہے		46
۱۳۔ عمل کے لئے اِخلاص شرط ہے		48
۱۴۔ عذابِ قبر سے نجات بھی عمل ہی سے ہوسکتی ہے		53
۱۵۔ اِرشادِ مہدیؑ قرآن وحدیث کے مطابق ہے		58
۱۶۔ مشکل لفظوں کے معانی		60

☆☆

تعارف

تقریباً پانچ سو سال سے بفضلِ اللہ تبارک وتعالیٰ عاشقانِ خلیفۃ اللہ حضرت سید محمد مہدی موعود علیہ السلام اپنے عشق و وابستگی کا اظہار، تعلیمات و سیرتِ خلیفۃ اللہ اپنی زبان وقلم سے عمدہ ڈھنگ کے ساتھ پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ اِن میں قومِ مہدویہ کے عمر رسیدہ لوگ، نوجوان، خواتین اور خاص طور پر علمائے دین نے تبلیغ کا جو کام بہ حسن وخوبی انجام دیا ہے اور ابھی تک دیتے چلے جارہے ہیں اُس پر قوم جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔ کسی مضف کی طرح کچھ لکھنا مجھ جیسے آدمی کے بس کا کام نہیں ہے۔ یہ کسی عالم وفاضل ہی کا کام ہے۔ لیکن پھر بھی ضرورت پڑ جائے تو کچھ لکھنا ہی پڑتا ہے۔ چنانچہ اِسی کے پیشِ نظر، ایک عاشقِ خلیفۃ اللہ بزرگ، ایک عالم فاضل اور کئی عالموں کے اُستاد کی تحریر کردہ کتاب کے بارے میں کچھ لکھنے کا شرف حاصل کررہا ہوں۔ اگر اس میں مجھ سے کوئی سہو یا خطا ہو جائے تو معافی کا طالب ہوں۔

اسعد العلماء، پیرومرشد حضرت مولٰینا ابوسعید سید محمود صاحب قبلہؒ کی تحریر کردہ کتاب ''عملِ بااخلاص اور مہدویت'' بڑی ہی جانفشانی سے تصنیف کی گئی ہے فرامینِ اِمامنا علیہ السلام اور تعلیمات کی روشنی میں عمل کی اہمیت کو بہت ہی بلند پایہ اندازِ بیان اور فصیح اُردو زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ اِس کتاب کو غور سے پڑھنے کے بعد ایک راسخ الاعتقاد آدمی سچا مہدوی و مسلمان بن سکتا ہے۔ اس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے خودبخود ہو جائے گا۔ اِس میں لکھا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ یہ نہ پوچھے گا کہ تم احمد کے بیٹے ہو یا محمد کے، وہ عملِ بااِخلاص کے بارے میں پوچھے گا۔ اِس کتاب میں ترکِ دنیا، توکّل اور طلبِ دیدارِ خدا

وغیرہ کے بارے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی، آپ کا عمل اور خلفاء کا عمل اور طریقۂ زندگی کے بارے میں بڑے عمدہ طریقے سے معلومات دئے گئے ہیں۔ یہ تحریر مرتب کر کے آپ نے ایک ایسا اثاثہ چھوڑا ہے جو نہ صرف اِس زمانے میں بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک رُوحانی تحفہ ہے جس کے پڑھنے سے دل و دماغ کو راحت و سکون اور ثوابِ آخرت بھی حاصل ہوتا ہے۔

اِس کتاب کو جناب محمد قادر خان صاحب مرحوم سابق صدر مرکزی انجمنِ مہدویہ نے ۱۹۷۹ء میں چھپوایا تھا۔ لیکن اس کی طباعت میں کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں۔ آج کل کے نوجوانوں کے لئے جو اُس زمانے کی علمی زبان تھی اور جو فصیح اُردو زبان تھی اُس کا سمجھنا مشکل ہے۔ اِس بات کا خیال کرتے ہوئے حضرت پیر و مرشد مولفؒ کے فرزندِ اکبر حضرت پیر و مرشد ابوالفتح سید نصرت صاحب قبلہ تشریف اللّٰہی (حالِ مقیم شکاگو) نے اِس کتاب کو دوبارہ خوش خط اور اُس کے ساتھ ساتھ جہاں بھی مشکل الفاظ آئے ہیں اُن کو نمبر دے کر اُن کے معنوں کی وضاحت فرمائی ہے تاکہ پڑھنے والا آسانی سے سمجھ سکے۔ اِس کے علاوہ آپ نے اِس کا ترجمہ انگلش میں بھی کر دیا ہے تاکہ جن کو اُردو پڑھنا نہیں آتا وہ انگریزی میں پڑھ کر فائدہ اٹھائیں۔

آج قوم کو ایسی کتابوں کی سخت ضرورت ہے جس میں تعلیمات اور سیرتِ خلیفۃ اللہ حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کو پیش کیا گیا ہو، جس کی روشنی میں ہم اِسلام اور مہدویت کو سمجھ سکیں اور اُس پر عمل کر سکیں۔

قوم کے ہر فرد سے میری گذارش ہے کہ وہ اِس کتاب کو ضرور پڑھے اور خاص طور پر اپنے بچوں کو اِس کے پڑھنے کی ترغیب دیں تاکہ آنے والی نسلیں اپنے عقائد پر قائم رہیں اور اس کا ثواب دونوں جہاں میں حاصل کریں۔

آخر میں میری دُعا ہے کہ علاّمہ مولّف علیہ الرحمہ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے فرزند حضرت پیر و مرشد ابوالفتح سید نصرت صاحب قبلہ کی عمر دراز فرمائے اور اُن کے قلم میں وہ قوّت عطا فرمائے کہ قوم کے لوگ اُن کی تحریرات کو پڑھ کر زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں۔ آمین

رحمت علی خان

صدر مہدویہ اسلامک سنٹر، شکاگو

پیش لفظ

الحمدللہ کہ ’’عملِ با اخلاص‘‘ کے موضوع پر یہ اہم علمی مقالہ دوسری مرتبہ شائع ہورہا ہے۔ یہ مقالہ مرشدی ومولائی‘ اُستاذی ووالدی حضرت علاّمہ میاں ابوسعید سید محمود علیہ الرحمہ کی آخری تحریرات میں سے ایک ہے ۔ اللہ غریقِ رحمت فرمائے جناب محمد قادرخان صاحب مرحوم سابقہ صدر مرکزی انجمنِ مہدویہ‘ حیدرآباد کو کہ اُس زمانہ میں وہ ہر سال میلادِ مہدیؑ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے قبلہ گاہی والد ماجدؒ سے درخواست کرکے کسی نہ کسی اہم موضوع پر ایک مقالہ لکھواتے اور اُسے اپنے اہتمام سے طبع کرواکے جلسہ میلاد میں لِلّٰہ تقسیم کرواتے تھے۔ مرکزی انجمن کے اُن جلسوں میں قبلہ گاہی والدِ ماجد کی تقریر بھی ہوا کرتی تھی۔

موجودہ حالات میں ہماری ملّت کو ایمان کے ساتھ ساتھ عمل کی ناگزیر اہمیت یاد دلانا بہت ضروری ہوگیا ہے۔ نوجوانوں کے لئے اور خاص طور پر اُن نوجوانوں کے لئے جو امریکہ، یورپ، مڈایسٹ اور آسٹریلیا وغیرہ دنیا کے مختلف حصوں میں تعلیم اور روزگار کی غرض سے مقیم ہیں، یہ بہت ضروری ہوگیا ہے۔

قرآنِ مجید میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایمان لانے کا حکم دیا ہے وہیں عملِ صالح کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ عملِ صالح کی روح اخلاص ہے۔ ہمارے شافعِ محشر‘ خاتم النبیّن‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر‘ خاتونِ جنّت‘ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ فاطمہ ! عمل کرو اور اِس بات پر تکیہ نہ کرو کہ تم میری بیٹی ہو۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد ساری اُمت کو آگاہ کررہا ہے کہ ایمان کے ساتھ دین پر عمل کس قدر ناگزیر ہے۔ !

اِمامِ آخرالزماں خلیفۃ الرحمٰن حضرت بندگی میراں سید محمد مہدی موعود علیہ الصلوٰ اۃ والسلام کی تعلیمات میں عمل کے لازمی اور ناگزیر ہونیپر بہت زور دیا گیا ہے یہاں تک کہ آپ فرماتے ہیں ’’تصدیقِ بندہ عمل است‘‘ یعنی اِس بندے کی تصدیق عمل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ’’باعمل مقبول و بے عمل مردود‘‘ یعنی عمل کرنے والا مقبول ہے اور بے عمل مردود ہے۔ ایسے ہی ایک فرمان میں آپ نے آگاہ فرمایا کہ خدائے تعالیٰ قیامت کے دن یہ نہ پوچھے گا کہ تم کس کے بیٹے ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ جو کچھ عمل کیا ہے اُس کو پوچھے گا۔ اُس فرمان مبارک میں مرکزی نکتہ ’’عمل بااخلاص‘‘ ہے یہ مقالہ دراصل اُسی نکتہ کی توضیح وتشریح ہے۔

عام طور پر لوگ اِس بات کو تو سمجھ لیتے ہیں کہ حضرت مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمل پر بہت زور دیا ہے، مگر فرمانِ مبارک کی اس حکمت کی طرف نظر کم ہی جاتی ہے کہ بے جان، رسمی عمل کام آنے والا نہیں ہے، جب تک کہ اُس میں اخلاص کی روح موجود نہ ہو اور خلوصِ دل شامل نہ رہے۔ حضرتِ مؤلّف علیہ الرحمہ نے آیاتِ قرآنی کی روشنی میں اِسی خاص نکتہ کو نظر کے سامنے لایا ہے۔ آپ نے عمل کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ہر پہلو پر نہایت مختصر مگر جامع بحث فرمائی ہے اور عام فہم اندازِ بیان اختیار فرمایا ہے۔ اِس کی ایک مثال ذیلی عنوان ’’بے اختیاری‘‘ ہے جسے پڑھ کر ناظرین انشاءاللہ محظوظ ہونگے۔

اِس مقالہ کا اصل مقصد مِلّت کو مذہب پر عمل کرنے کا پیغام دینا ہے۔ یہی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اِس فقیر نے محسوس کیا کہ ہمارے اُن لڑکوں اور لڑکیوں تک یہ پیغام نہیں پہنچ سکے گا جن کی اُردو کمزور ہے، اِس وجہ سے کہ مقالہ کی زبان مذہبی، علمی زبان ہے اور اُس میں عربی اور فارسی کی بہت سی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ یہی حال ہمارے سارے مذہبی لٹریچر کا ہے۔ اِس خیال سے فقیر نے مشکل الفاظ کو نمبر دے کر کتاب کے آخر میں اُن کے معانی لکھ دیے ہیں تا کہ ہمارے ایسے نوجوان جن کے دل میں اللہ نے

اپنے دین کو سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کا شوق ڈال دیا ہے وہ اِن معنوں کی مدد سے اِس مختصر رسالہ سے فائدہ اٹھاسکیں۔ اِس فقیر کو امید ہے کہ تھوڑی سی کوشش کر کے یہ نوجوان اگر اِن الفاظ سے واقف ہوجائیں تو ہماری دوسری مذہبی کتابوں کو بھی انشاء اللہ پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہوجائیں گے۔ پھر خیال آیا کہ جو نوجوان انگلش میڈیم سے تعلیم پانے کی وجہ سے اُردو زبان سے بالکل ہی نا آشنا ہیں اُن کے لئے اِس کا انگریزی میں ترجمہ کر دینا ہی بہتر ہے۔ اِس لئے انگریزی ترجمہ بھی شاملِ اشاعت کر دیا گیا ہے۔ حضرت مؤلّف کی ساری زندگی دین اور ملّت کی خدمت میں جہدِ مسلسل رہی ہے۔ آپ کی ملّی اور دینی خدمات سے مِلّت بخوبی واقف ہے۔ اِس لئے اِس سلسلہ میں مزید کچھ لکھنا ضروری نہیں معلوم ہو رہا ہے۔

''شب داری'' سے متعلق بعض آیات کے تحت ضمناً ''ناسخ و منسوخ'' کی بحث کا ذکر آ گیا ہے۔ حضرتِ مؤلّفؒ نے بتایا کہ قرآنِ مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ اس پر نہایت اختصار کے ساتھ دلیلیں بھی پیش فرمائی ہیں۔ اِس مقام پر فقیر نے ایک چھوٹا سا وضاحتی نوٹ دیا ہے۔ ''صلاح و اصلاح'' میں حضرتؒ نے اِس مسئلہ میں تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ انشاءاللہ وہیں تفصیلی نوٹ بھی دیا جائیگا۔

فقیر تمام مصدّقینِ مہدیٔ موعود علیہ السلام کی خدمت میں میلادِ مہدیٔ موعود کی مبارک باد پیش کرتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دنیا بھر میں جہاں کہیں ہوں خاتم النبیّنؐ کے صدقے اور خاتمِ ولایتِ محمدیہؑ کے طفیل ''عمل با اخلاص'' کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ....

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَلْحمدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِینُ

فقیر نصرت غفرلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

حمد وصلوٰۃ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ھُوَ قَائِمٌ بِذَاتِہٖ لِکُلِّ شَیٍٔ مِّنۡہُ
انُوۡ جُوۡدوَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ ھُوَالۡحَیُّ الۡقَیّوۡمُ
انوَدُوۡد. وَالصَّلوٰۃُ وَالتَحِیَّات عَلیٰ اَفۡضَلِ
الۡاَنَامِ مُحَمَّدِ نِ الۡمُصۡطُفٰی خَاتِمِ اَنۡبِیائِہٖ وَعَلٰی خَاتِمِ وِلایَتِہٖ
الَّذِیۡ کَانَ عَلیٰ بَیّنَۃٍ مِّنۡ رَبِّہٖ خَلِیۡفَۃُ الرَّحۡمٰن سَمِیُّ
النَّبِیۡ اَلۡموۡعُوۡدُ مَجِیئَۃُ فِیۡ آخرِالزَّمان. وَعَلٰی آلِھِمَاوَ
اَصۡحَابِھِمَا اَجۡمَعِیۡنَ الرَّاشِدِیۡنَ الصَّالِحِیۡنُ ھُمۡ اَصۡحَابُ
الۡیَقِیۡنِ الَّذِیۡنَ صَعِدُوۡا ذرُوۡۃَ الدِّیۡنُ

ترجمہ: (حقیقی اور کامل) تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو اپنی ہی ذات سے آپ قائم ہے۔ ہر چیز کا وجود اُسی سے ہے، وہ کہ جو حَیّ ۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے، جو قیّوم ۔ ساری کائنات کو جب تک چاہے قائم رکھنے والا ہے، اور جو وَدُوْد ۔ محبّت فرمانے والا ہے۔ صَلوٰت (درود ہوں) اور تحیّات (بہت سارے سلام ہوں) مخلوق کے افضل محمد مصطفٰیؐ پر جو اللہ کے سارے انبیاء کے خاتم ہوئے، نیز اُن ہی کی ولایت کے خاتم پر کہ جو اپنے رب کی طرف سے بیّنہ (روشن دلیل) لے کر آئے' جو اللہ کے خلیفہ اور نبیؐ کے ہم نام تھے کہ جن کے آخر زمانے میں آنے کا وعدہ فرمایا گیا تھا، اور آپ دونوں کی آل اور اصحاب پر بھی جو سب کے سب راشدین اور صالحین تھے، جو اصحابِ یقین تھے اور جو دین کی بلندی پر فائز تھے۔

آمین...

تمہید

واضح ہو کہ ایمان تو اصل میں عقیدے کا نام ہے۔ مگر اُس کی تکمیل عمل سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے مگر پابندِ شرع[1] نہیں ہے تو اُس کو پورا مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ اِس لئے کہ عمل سے عقیدے کی مضبوطی یا کمزوری کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر ایمان کمزور اور ناقص ہو تو عمل میں بھی کمزوری اور نقص کا ظاہر ہونا لازمی ہے۔ دینِ حق پر ایمان اور اِیقان کا اِقتضاء[3] یہی ہے کہ وہ اِنسان کی عملی زندگی کو بھی راہِ حق پر لے آئے۔

کسی اُصول یا خیال کو صِرف ایک صحیح نظریے کی حیثیت میں قبول کرلیا جائے تو وہ کمزور عقیدہ اور اعتقادِ مجرّد[4] کی منزل ہی میں رہتا ہے اور اِنسان کی عملی زندگی اور کردار کو متاثر نہیں کرتا۔ اِس کے بَرخلاف یقینِ کامِل اور شوقِ جاذِب[5] میں وہ قوّت ہوتی ہے کہ پورے اعمال اور اَفکار کو اپنے اِحاطہ میں لے لے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسولوں اور اپنی کتابوں کے ذریعہ جو ہدایت نازِل فرمائی ہے اُس کا اَصل مقصد اِنسان کی زندگی کو سنوارنا اور اُس کے پیدا ہونے کے مقصد سے اُسے آگاہ کرنا رہا ہے، اِسی لئے قرآنِ مجید اور احادیثِ شریفہ میں جگہ جگہ ایمان کے ساتھ ساتھ عملِ صالح[6] پر بھی زور دیا گیا ہے۔

موجودہ دَور کے پُرآشوب[7] حالات سے قُربِ قیامت کے آثار ہوَیدا[8] ہیں۔ نہ صرف ہماری قومِ مہدویہ بلکہ کم وبیش[9] تمام مذاہب کو ماننے والی اقوام اِسی قسم کے بُحرانِ اِیقان کی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عام اخلاقی اَقدار کی بھی ،جن کی تقریباً ہر مذہب نے تعلیم دی ہے، عملی زندگی میں کوئی وُقعت باقی نہیں رہی ہے

اور مذاہب کی اہمیت محض رَسم و رِواج کی حد تک رہ گئی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ عام طور پر نظری حیثیت[۱۳] سے تو لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کے گُوناگوں مسائل[۱۴] اور مشکلات کا حَل[۱۵] مذہب میں موجود ہے، مگر عملاً نہ وہ مذہب پر صِدقِ دِلی[۱۶] سے عمل کرتے ہیں اور نہ اُن کے مسائل حل ہوتے ہیں۔

مثلاً یہ بات تمام مسلمانوں کی مُسلَّمہ[۱۷] ہے کہ اُن کے موجودہ مَسائل کا حل اِسلام کے اَحکام میں موجود ہے۔ اگر وہ اِن اَحکام پر عمل پیرا ہو جائیں تو اُن کے مسائل یقینی طور پر حل ہو جائیں گے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کے مسائل کا حل قرآن وسنّت کے دیے ہوئے احکام کی صورت میں موجود ہے، مگر افسوس کہ قرآن وسُنّت کی تعلیمات پر نہ صِدقِ دل سے عمل ہوتا ہے اور نہ مسائل حل ہونے پاتے ہیں۔ اِسی سے ظاہر ہے کہ صرف اللہ اور رسول ﷺ کے حق ہونے کا فطری طور پر اِقرار کر لینا اور اُن کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت کو بھی نظری طور پر صحیح تسلیم کر لینا، اللہ اور رسول ﷺ کے مَنشاء کی تکمیل کرنے کے لئے کافی نہیں ہے اور نہ اِس سے احکام کی تعمیل کا جو فرض عائد ہوا ہے اُس کا حق ادا ہو سکتا ہے۔

افسوس[۱۸] صَد افسوس کہ بڑی حد تک ایسی ہی دردناک صورتِ حال ہماری قوم کی بھی ہوگئی ہے۔ تفصیلات طَوالت طلب[۱۹] ہیں مگر ہر فردِ ملّت[۲۰] کا دِل ہماری اپنی بے عملی اور بے حِسی[۲۱] کے پیدا کردہ اِن اَندوہناک[۲۲] نتائج سے کم وبیش آگاہ ہے۔ حالات کی اِس گھٹاٹوپ[۲۳] تاریکی میں اِمام آخر الزَّماں[۲۴] خلیفۃ الرَّحمٰن[۲۵] حضرت مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامینِ مبارک جو عمل اور تاکیدِ عمل سے متعلق ہیں، ہم پر بصیرتِ عملی[۲۶] کی راہ کچھ اِس انداز میں روشن کرتے ہیں کہ یہ بھی بجائے خود آپ کی شانِ خلیفۃ اللّٰہی[۲۷] کے مظہر[۲۸] ہیں۔

بحیثیتِ تابع تامِ محمد رسول اللہ[۲۹] اور مظہرِ وِلایتِ محمدیہ[۳۰] ﷺ آپ نے جو احکامِ ولایت بیان فرمائے ہیں اور، آپ اور آپ کے صحابۂ کرام نے اُن کا جو عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش

فرمایا ہے اُس سے عام طور پر سب ہی واقف ہیں۔ خصوصاً عشق اور وِصال اِلیَ الْمَطلُوب[31] کے لوازم[32] سے جو احکامِ ولایت آپ نے بیان فرمائے مثلاً طلبِ دیدارِ الٰہی[34]، ترکِ دنیا، ذکرِ دَوام[35] عُزلت عَنِ الخَلق[36] اور ہجرت[37] وغیرہ اِن سب کی فرضیت اور اُن پر عمل کی اہمیت سے عام طور پر سب ہی واقف ہیں اور اِن موضوعات[38] پر قرآن وسنّت کی روشنی میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔

یہاں اُن احکام اور تعلیمات پر عمل اور تاکیدِ عمل سے متعلق جو فرامین ہیں اُن کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُن فرامین پر غور کرنے سے نہ صرف عمل کی ناگُزیر[39]، اہمیت ظاہر ہوتی ہے بلکہ اُن فرامین کی چند مشترکہ خصوصیات[40] عمل کا مقصود، معیار اور شرائط وغیرہ کا علم ہوتا ہے۔

حضرت امامنا علیہ السّلام[41] کے ایک فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت کے روز ہر مرد و زن[42] سے اللہ تعالیٰ عملِ با اِخلاص کے بارے میں پوچھے گا۔ لہٰذا ہر فردِ ملّت، ہر حال اور ہر مقام میں عملِ با اِخلاص کا مُکَلَّف[43] اور جواب دِہ[44] ہے اِسی لئے اِس عمل با اِخلاص کی خصوصیات اور معیار و شرائط کو اِمامنا علیہ السلام کے فرامین کی روشنی میں سمجھنا اور اُس کے لئے کوشش کرنا ہر مصدِّق مہدیٔ موعود علیہ السّلام[45] کا فرض ہے۔ ذیل میں اُن میں سے صرف چند خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے۔

☆☆

مقصودِ عمل

اِمامناعلیہ السلام کی تعلیمات مثلاً ’’طلبِ دیدارِ خدا‘‘، ’’ترکِ دُنیا‘‘، ’’توکُّل‘‘، ’’ذکرِ کثیر‘‘، ’’صحبتِ صادقاں‘‘، ’’عُزلت عَن الُخلق‘‘ وغیرہ اُمور فی الحقیقت عشق ومحبت کے لوازم ہیں۔ ہر عاشق کوخواہ وہ کسی کا عاشق ہو فِطرتاً اِن ہی طریقوں اور منزلوں سے گذرنا پڑتا ہے اور اُس میں از خود کچھ ایسی کیفیات پیدا ہوجاتی ہیں، بشرطےکہ اُس کے دل میں عشق کی لَو جاگ اُٹھے۔

اِن تعلیمات پر صِدقِ دل سے عمل کا حقیقی مقصود ’’دیدارِ خدا‘‘ ہے۔ حضرت مہدیؑ موعود علیہ السلام نے دیدارِ خدا کو اِس دنیا میں نہ صرف ممکن فرمایا ہے بلکہ اللہ کے حکم سے ہر مرد و زَن پر ’’طلبِ دیدارِ خدا‘‘ کو فرض فرمایا ہے۔ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ نے ’’عقیدۂ شریفہ‘‘ میں تحریر فرمایا ہے کہ :

’’ نیز حکم کردہ است کہ بر ہر یکے مرد و زن طلبِ دیدارِ خدا فرض است تا آں کہ بچشمِ سَر یا بچشمِ دِل یا دَر خواب نہ بیند مؤمن نہ باشد مگر طالبِ صادق‘‘

یعنی نیز [۴۶] اِمامنا علیہ السلام نے حکم فرمایا ہے کہ ہر مرد اور عورت پر ’’طلبِ دیدارِ خدا‘‘ فرض ہے، سَر کی آنکھ سے یا دِل کی آنکھ سے یا خواب میں، خدا کو جب تک نہ دیکھے مومن نہ ہوگا۔ مگر طالب صادق (پر بھی ایمان کا حکم ہے) ایک اور روایت سے بھی اِس مضمون کی تائید ہوتی ہے :

’’و نیز فرمودند کہ خدائے را بچشمِ سَر در جہاں دیدنی است‘ باید دید و برہریکے مرد و زن طلبِ دیدارِ خدا فرض

است یا بچشم دِل یا درخواب.“

یعنی نیز حضرت مہدیؑ موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کو سَر کی آنکھوں سے اِس دنیا میں دیکھنا ہے۔ دیکھنا چاہئے اور ہر ایک مرد اور عورت پر طلبِ دیدارِ خدا فرض ہے خواہ دل کی آنکھ سے ہو خواہ خواب میں۔

(نقلیاتِ بندگی میاں عبدالرشیدؓ ص۱۴۲)

ایک اور روایت نقل کی جاتی ہے جس سے یہ اُمور[۴۷] واضح ہوتے ہیں :

۱۔ تمام اعمالِ صالحہ کا مقصود ”لِقائے ربّ“[۴۸] ہے۔

۲۔ طلبِ دیدار کی فرضیت بحکمِ خدائے[۴۹] تعالیٰ ہے۔

۳۔ دارِ دُنیا[۵۰] میں دیدارِ خدا ناممکن ہونے کے شُبہہ کا اِزالہ[۵۱]۔

”باز سوال کردند که شُمامی گوئید که خدائے تعالیٰ را در دنیا که دارِ فنا است بچشمِ سرمی توان دید ؟“

حضرت مہدی علیہ السلام فرمودند کہ حق تعالیٰ می گوید یا بندہ؟

(کما قال اللہ تعالیٰ)

مَن کانَ فی هٰذِهٖ اَعمیٰ فَهُوَ فی الآخِرَةِ اَعمیٰ وَ اَضَلُّ سَبِیلاً O (۱۷:۷۲)

ایضاً :

فَمَنْ کانَ یَرْجُوالِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّ لا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَداًO (۱۸:۱۱۰)

ایضاً :

اَلآاِنَّهُمْ فِیْ مِریَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلآ اِنَّه‘ بِکُلِّ شَیءٍ مُّحِیط O (۴۱:۵۴)

”بعد ازاں سوال کردند که قرارِ ”سنّت و جماعت“ آنست که مراد ازیں آیات دیدارِ خدا در آخِرت است. باز فرمودند که وعدۂ خدائے تعالیٰ مطلق است. ماهم مطلق می

گویم مقیّد نمی کینم و "سنّت وجماعت" هم ناجائز و نا ممکن در دارِ دنیا نه گفته اند. در کلامِ ایشان خوب طریق فهم باید کرد که چه گفته اند"

یعنے علماء نے پھر سوال کیا کہ آپ کہتے ہیں کہ اِس دارِ دنیا میں جو کہ دارِفنا ہے خدا کو چشمِ سَر سے دیکھ سکتے ہیں؟ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یا بندہ کہتا ہے؟!(چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ)

"جو اِس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اور بہت ہی گمراہ رہے گا" (۷۲:۱۷)

ایضاً :

"جو شخص اپنے رب کے لِقاء کا امیدوار ہو تو اُسے چاہئے کہ عملِ صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔" (۱۱۰:۱۸)

ایضاً :

"جو لوگ اپنے رب کے لِقاء کے بارے میں شک میں مبتلا[۵۲] ہیں اُن کو خبردار ہوجانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بیشک ہر چیز پر محیط[۵۳] ہے" (۵۴:۴۱)

"علماء نے پھر سوال کیا کہ علمائے اہلِ سنّت والجماعت نے تو اِن آیات سے آخرت میں دیدارِ خدا مراد لی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کا وعدہ مطلق[۵۴] ہے۔ ہم بھی مطلق کہتے ہیں 'مُقیّد[۵۵]' نہیں کرتے اور اہلِ سنّت والجماعت نے بھی دارِ دنیا میں ناجائز اور ناممکن نہیں کہا ہے۔ اُن کے کلام کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ اُنھوں نے کیا کہا ہے۔"

(نقلیاتِ بندگی میاں عبدالرشیدؒ ص۱۲)

چوں کہ "دیدارِ خدا" کے موضوع پر تفصیلی مباحث[۵۶] علمائے قوم کی اور احقر کی تألیفات اور رسائل میں ہوچکے ہیں اِس لئے موجودہ عنوان کے تحت یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ

''عملِ بااِخلاص''، جس کے متعلق اِمامنا علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت میں پُرسش[۵۷] ہوگی، اُس کا مقصودِ حقیقی ''دیدارِ خدا'' ہے۔ جس کی طلب ہر مومن مرد اور عورت پر اللہ کے حکم سے فرض ہے۔ یہی طلب' اُن تمام اعمالِ صالحہ کی رُوح اور قوتِ مُحرّ[۵۸]کہ ہے کہ جو احکامِ شریعت اور احکامِ ولایت کے اِتّباع میں انجام دیے جاتے ہیں۔

☆☆

جذبۂ عمل[59] اور عشقِ اِلٰہی

احکامِ شریعت اور طریقت کے اِتّباع میں جو عملِ صالح بھی انجام دیے جائیں اُن میں جب تک اِخلاص کی وہ کیفیت اور محبت کا وہ رنگ نہ پیدا ہو جائے جو اُس کی قبولیت کی شرطِ اوّلین[60] ہے، اُس وقت تک اُس عمل سے اُس عظیم جزا[61] اور اَجر[62] کی توقع رکھنا بے کار ہے جو اِن اعمال کا مقصودِ حقیقی ہے یعنی نعمتِ دیدارِ الٰہی[63]۔

اسی لئے حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کی تعلیمات میں عشقِ الٰہی کو بنیادی بلکہ کلیدی[64] اہمیت حاصل ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ طالب یہ جذبۂ عشق کہاں سے لائے؟ چنانچہ ایک مشہور روایت میں حضرتؑ سے یہی سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں جو رہنمائی فرمائی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

" نقلست کہ حضرت مہدی علیہ السلام بیانِ عشق می کردند . مولیٰنا درویش محمد نعرہ بزد و جامہ پارہ کردہ گفت عشق از کُجا بیاریم. فرمودند بندہ عشقِ کسَبی بیان کُند. کار کُنید تا عشق بیا بید. عشقِ عطائ پیغمبراں رابود عَلیهمُ السَّلام. "

ترجمہ : روایت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام عشق کا بیان فرما رہے تھے۔ مولیٰنا درویش محمد نے جامہ چاک کر کے نعرہ لگایا کہ ہم عشق کہاں سے لائیں ؟ آپ نے فرمایا کہ بندہ عشق کسبی بیان کر رہا ہے۔ کام کرو تا کہ عشق حاصل ہو سکے۔ عشقِ عطائی تو پیغمبروں کے لئے مخصوص تھا۔ علیہم السَّلام۔

(نقلیاتِ حضرت بندگی میاں عبدالرشیدؓ ص ۱۴۲)

اِس فرمان سے عمل کی جو عظیم الشان اہمیت ہے وہ ظاہر ہورہی ہے اور یہ راز کُھل رہا ہے کہ عام مؤمنین کے لئے عشق جیسی نعمت کی عطاء عمل ہی کے اَجر میں ہوتی ہے اور لُطفِ خاص[۶۵] یہ ہے کہ یہ آخرت میں ہونے والے اِنعامات کے ماسوٰی[۶۶] اِسی دنیا میں ہونے والی نوازشِ[۶۷] خاص ہے۔

فَبِاَیِّ آلآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبان O (۱۳:۵۵)

پھر اپنے رب کے کِن کِن اِحسانوں کو تم جھٹلاؤ گے؟

اپنے عاجز بندوں[۶۸] پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے اِس عظیم احسان[۶۹] کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اپنے خلیفۂ خاص کے ذریعہ ہی (جسے اپنے محبوب ترین نبی ﷺ کی ولایتِ مُقَیّدہ کا مَظہرِ تام بنا کر اِس دُنیا میں بھیجا تھا) وہ بصیرتِ عمل بھی ہر خاص وعام پر آشکارا کردی گئی جو عشقِ کسبی[۷۰] کے حصول[۷۱] کا ذریعہ ہے :

"نیز فرمودند کہ بر طالب چہ چیز فرض است کہ بداں بخدا برسد۔ باز فرمودند کہ آں عشق است۔ عشق چگونہ حاصل شود؟۔ فرمودند کہ بتوجہِ دل، دائم بسُوئے حق تعالیٰ دارد۔"

یعنی نیز سوال فرمایا کہ طالب پر کونسی چیز فرض ہے کہ اُس کی وجہ سے خدا کو پہنچ سکے؟ خود آپ نے جواب میں فرمایا کہ وہ عشق ہے۔ عشق کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ فرمایا کہ دِل کی توجّہ ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی طرف رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

(نقلیاتِ بندگی میاں عبدالرشیدؒ ص ۱۲۹)

اِن فرامینِ مبارک سے دیدارِ الٰہی کے لئے عشق کی اہمیت اور حصولِ عشق کے لئے عمل کی اہمیت واضح ہوگئی اور عشق اور عمل دونوں کا ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم[۷۲] ہونا عیاں ہوگیا۔

☆☆

بے اختیاری اور اِتّباعِ شریعت

اِمامنا علیہ السلام نے طریقت[43] اور معرفت[44] کی تعلیم اِس نہج[45] پر دی کہ کسی حال اور کسی مقام میں بھی شِرک نہ ہونے پائے اور آدابِ شریعتِ محمدیہ کی پابندی کو لازم قرار دے کر دھوکے اور فریب کے تمام راستے بند کردیے۔ بعض اگلے اَولیاء کی نسبت اِمامنا علیہ السلام نے فرمایا کہ :

''ہمارے بھائی نزدیک کا راستہ چھوڑ کر چکّر کے راستے سے چلے اور مقصود کو حاصل کیا کیوں کہ وہ طلب میں سچّے تھے اور مقصود خدا تھا۔''

صحابہؓ نے عرض کیا :

''میراں جیؑ نزدیک کا راستہ کونسا تھا اور گردِش کا راستہ کونسا؟''

حضرتؑ نے فرمایا :

''راہِ خدا میں بے اِختیار کیوں نہ ہوئے کہ شریعتِ محمدیؐ کے مطابق یہی راستہ نزدیک تر[46] تھا۔ انھوں نے اپنے اختیار سے تمام عمر کے روزے کیوں رکھے؟ مباح[47] اور حلال چیزوں کو کیوں چھوڑ دیا؟ سالہا سال کُنوؤں میں سَر نِگوں[48] کیوں لٹکے؟ اور بارہ سال کی قید لگا کر روزے کیوں رکھے؟ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام نہیں فرمائے ہیں اور حسبِ فرمانِ خداوندی۔

وَمَنْ یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ ..... الخ (۶۵ : ۳)

''اور جو شخص اللہ پر توکّل کرے تو اللہ اُس کے لئے کافی ہے''۔ تمام عمر توکّل کا روزہ کیوں نہیں رکھا؟ اُن کو چاہئے تھا کہ بے اِختیار ہوجاتے۔

(شواہدالولایت)

اِس فرمانِ مبارک کی نہایت مختصر تشریح کی غرض سے اُحقر کے جدِّ اُمجد[79] حضرت مولٰینا قاری سید محمود رحمۃ اللہ علیہ کے چند جملے ذیل میں نقل کیۓ جاتے ہیں :

''حضرت اِمامنا مہدئ موعود علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا کہ تم کو اِختیار دیا گیا ہے کہ اپنے اِختیار سے بے اِختیار ہو جائیں۔ بے اِختیار ہو جاؤ کہ اِختیار بُرا ہے۔

''بندۂ بے اِختیار بختیار[80] بے اختیار بندہ بختیار یعنی خوش نصیب ہے۔ بے اختیاری وہ ہے کہ اِتباعِ شریعت کا نام ہے۔ بے اختیاری احکامِ ولایت کی پابندی کا نام ہے۔ مثلاً جس طرح اپنا سایہ اپنا تابع ہے کہ اگر ہم چلے تو سایہ بھی چلا۔ ہم جیسی حرکت کیے سایہ بھی ویسی ہی حرکت کرتا ہے۔ غرض اِتباعِ احکام میں شریعت اور ولایت کے پابند رہیں۔ خدائے تعالیٰ اور رسول و مہدی کے تابع ہو جانا' یہی بے اختیاری ہے۔ شیوۂ اِطاعت و بندگی[81] اختیار کرنا' بے اختیاری ہے۔ دَم اور قدم کی نگہبانی[82] کرنا' ذکر اللہ میں محو[83] ہو جانا بے اختیاری ہے۔''

''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (تم مرنے سے پہلے مرجاؤ) (حدیث) یعنے نفسانی خواہشات کو ترک کر کے خودی اور خود بینی[84] سے نکل آنا' مردہ بن جانا بے اختیاری ہے۔ حضرت مہدئ موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''خدائے تعالیٰ اور بندے کے بیچ میں بندے کی ذات ہی حجاب ہے۔ معلوم (خودی) کا بیچ میں سے نکل جانا اور خدا ہی خدا رہ جانا، بے اختیاری ہے''

غرض اپنے اختیاراتِ حاصلہ کو خدا اور رسول و مہدی کے احکام کے تابع کر دینا ہی بے اختیاری ہے۔ اِسی لئے اِمامنا علیہ السلام نے ایک موقع پر اِرشاد فرمایا کہ :

''بے اختیار شو بختیار باش[85]''۔ بے اختیار ہو جا، خوش نصیب رہ۔''

کشف[86] کی بناء پر اِتباعِ شریعت میں ذرّہ برابر کوتاہی کو آپؑ نے جائز نہ رکھا بلکہ سخت تہدید[87] فرمائی۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ :

''ایک صاحب نمازِ باجماعت میں دیر سے شریک ہوئے تھے۔امام کے پہلا سلام پھیرنے کے ساتھ ہی اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کے لئے قیام میں چلے گئے۔نماز کے بعد اِمامنا علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم نے امام کے دوسرے سلام کا اِنتظار کیوں نہیں کیا؟اگر امام پر سجدۂ سہو لازم ہوتا تو کیا تمہاری نماز فاسد نہ ہوجاتی ؟اِس پر اُنھوں نے جواب دیا کہ مجھے بذریعہ کشف یہ معلوم تھا کہ اِمام پر سجدۂ سہو نہیں ہے۔اِس لئے امام کے دوسرے سلام کا انتظار کئے بغیر اٹھ کھڑا ہوا۔اِمامنا علیہ السلام نے یہ جواب سن کر فرمایا کہ'' خاک پڑے اُس کشف پر جس میں شریعت محمدیؐ کا پاس نہ ہو۔''

☆☆

اظہارِ کرامت[88]

تقریباً ہر مذہب اور قوم میں یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ ریاضت[89] اور مجاہدہ[90] کے ذریعہ بعض آدمیوں سے ایسی غیر معمولی باتیں وقوع[91] میں آتی ہیں کہ مخلوق[92] اُن کی گرویدہ ہو جاتی ہے۔ اِسے عام طور پر ایک بڑی کامیابی بلکہ بعض موقعوں پر اپنے مذہب کی صداقت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اِس قسم کے مافوق العادت[93] واقعات کو لوگ کرامت کا نام دیتے ہیں اور اُس صاحبِ شُعبدہ[94] کے اِس حد تک مُعتَقِد ہو جاتے ہیں کہ اُن ہی کو خدا یا اَوتار ماننے لگتے ہیں اور اپنی حاجات[95] آرزوئیں اور تمنّائیں وغیرہ اُن ہی سے مانگنے لگتے ہیں۔

جو طالبِ خدا ہے اُس کی نظر اپنی منزل کی طرف جمی رہتی ہے۔ اُسے مخلوق کو مُطیع[96] کرنے اور اپنا گرویدہ بنانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ طالبِ مولیٰ کی راہ میں ایسی منزلیں بھی آتی ہیں کہ اُس سے چند کرامات ظاہر ہو جائیں۔ مگر اِس کے نتیجے میں جب مخلوق اُس کو سر پر بٹھانے لگتی ہے تو طالب کی نظر اپنے[97] مطلوبِ حقیقی کی طرف سے ہٹ کر مخلوق پر ہو جاتی ہے اور پھر وہ سمجھنے لگتا ہے کہ اُس کے پاس بھی کچھ روحانی قوّت، شکتی یا کرامت موجود ہے اور اُس کی اپنی ہستی بھی پہنچی ہوئی ہستی ہے۔ ہزاروں لاکھوں انسانوں سے اعلیٰ و اَرفع[98] بلکہ مقدّس[99] اور مُفتخر[100] ہے۔

وہ، یہ نہیں دیکھتا کہ اُس کی اِن کراماتوں سے نہ صرف اُس کی گرویدہ مخلوق کا اِمتحان ہو رہا ہے بلکہ خدا کی طرف سے وہ خود ایک عظیم اِبتلاء[101] و آزمائش سے دوچار ہے۔ اللہ کے طالبِ صادق کو اِس اِبتلاء سے صرف اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتا ہے۔ اُس کی اپنی کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ اپنا دامن ایسی بازی گری سے بچائے رکھے اور اپنے ''عمل با اخلاص'' کے مقصود

ومنتہا یعنی دیدارِ الٰہی سے کم تر کسی چیز کا طالب نہ ہو۔ یہ اور بات ہے کہ بندہ کی خواہش، اِرادہ اور کوشش کے بغیر، اَزغیب[101] اللہ کی طرف سے خود بخود کچھ ظاہر ہو جائے۔

حضرت میراں سید محمد مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقّانیت[102] کا اِظہار اِس سے بھی ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو کرامت کے اِس اِبتلاء سے بچانے[103] کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی۔

''مولوُد'' مؤلّفہ حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمانؒ سے ایک واقعہ کا ترجمہ درج ذیل ہے :

> ''حضرت میاں شیخ بھیکؒ اور حضرت میاں بھیلؒ دونوں اصحاب امام علیہ السلام کے حکم سے شہر میں جا رہے تھے۔ اَثناءِ[104] راہ میں کیا دیکھتے ہیں کہ بہت سے مرد اور عورتیں جمع ہو کر رو پیٹ رہے ہیں۔ میاں شیخ بھیکؒ نے پوچھا کہ کس لئے اِس طرح غم و[105] زاری کر رہے ہو؟ تو لوگوں نے کہا کہ ہمارا سردار تھا۔ وہ مر گیا ہے۔ میاں شیخ بھیک نے فرمایا کہ میں بھی تو دیکھوں، جوں ہی دیکھا، فرمایا کہ یہ مرا نہیں۔ اُس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اُٹھ۔ وہ اُسی وقت اُٹھ بیٹھا اور زندہ ہو گیا، پس تمام لوگ اِن کی طرف متوجہ ہو گئے۔ شیخ لوگوں کی اِس بلا سے بھاگ کر حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کے حضور میں آ گئے اور تمام لوگ اُن کے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ اِس کے بعد حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ'' اِن جاہلوں کو دُور کرو کہ یہ عیب بھرے بندۂ مخلوق سے ایسی باتیں منسُوب[106] کر رہے ہیں جن کا وہ سزاوار[107] نہیں ہے۔'' پس تمام لوگوں کو دور کر دئے۔ اِس کے بعد اِمام علیہ السلام نے میاں بھیکؒ سے پوچھا کہ کیا واقعہ ہے؟ تو عرض کیا کہ خوندکار پر سب روشن ہے۔ حکم فرمایا کہ شریعت یہ ہے کہ تم اپنی زبان سے کہو۔ اِس کے بعد شیخؒ نے مُفصّل[108] قصّہ کہا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ بہرصورت تم

نے اپنی رُسوائی کی ۔ پس حضرت اِمام علیہ السلام نے بہت متفکر ہو کر تین دن کے روزے کی نیت کر کے، رات دن عبادت میں مشغول رہ کر دُعا کی قبولیت کی امید پر عرض کیا کہ اے بارِ خدایا میری پیروی کرنے والوں کو کرامَت کی بَلا میں مبتلاء نہ فرما۔ تین دن اور رات کے بعد حق تعالیٰ کا فرمان پہنچا کہ ہم نے تیرے واسطے سے تیری اِبتاع کرنے والوں کو کرامت کی اِس بَلا سے رِہا کیا[۱۰۹] اور تجھ سے پہلے ہم نے اولیاء اور اَنبیاء کی اُمتوں میں کسی کو کرامت کی بلا سے رہا نہیں کیا۔ کرامت کی بلا کا مقام بہت چھوٹا مقام ہے“

(مولود حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمانؓ ص ۳۱)

اِس سے عملِ بے رِیا کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔

☆☆

وقت کی حفاظت

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ ترکِ دنیا اور توکّل جیسے احکام پر عمل کرتے ہیں اُن کو بس فرصت ہی فرصت ہوتی ہے۔ گویا اُن کے لئے وقت کی قدر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اِمامنا علیہ السلام کی تعلیمات اِس غلط مفروضہ کی نفی کرتی ہیں۔ اِن تعلیمات کی رُو[111]، سے تو طالبِ مولیٰ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور اُس کی ایک ایک سانس لا قیمت ہے۔

اَنفاس پاس دار اگر مردِ عارفیِ
مُلکِ دو کوَن مِلکِ تو گردَ دبیَک نَفس
ہر یَک نَفَس کہ می رَوَداز عمر گوہریست
کاں را خِراج مِلکِ دوعالم بُوَد بہا
مپسند گاین خزانہ دِہی رائگاں بَباد
اُنگہ رَوی بخاک تِہی دَسْت و بے نَوا

ترجمہ :

اپنی سانسوں کی نگرانی کر اگر تو عارف ہے
دونوں جہاں کی بادشاہت ایک ہی سانس میں تیری مِلک ہو جائے گی
عمر کی ہر ایک سانس جو نکل رہی ہے، ایک موتی ہے
جس کی قیمت دونوں جہاں کی بادشاہت ہے
اِس خزانے کو رائیگاں[112] کرنا پسند نہ کر
ایسا کرے گا تو خاک میں خالی ہاتھ اور بے نوا[113] جائے گا۔

اِن اشعار سے ظاہر ہے کہ مومن کی زندگی کا ہر لمحہ، لا قیمت ہے اور طلبِ دیدارِ الٰہی کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کی یاد میں لگا رہے اور اُس کے اَوقاتِ عزیز[114] غفلت میں ضائع نہ ہونے پائیں۔

حضرت مہدیٔ علیہ السلام کی خصوصیت یہ تھی کہ ہر آنے والے مُصَدِّق کو خواہ وہ عالم ہو یا اُمّی، مرد ہو یا عورت، پاسِ اَنفاس[115] اور ذکرِ خفی[116] کی تلقین فرماتے تھے۔ اِس لئے کہ سانسوں کی حفاظت اور ذکرِ خفی، تمام قسم کے اَذکارِ مراتبی[117] میں افضل ترین ہے۔ اِسی لئے فقرائے مہدویہ میں اَوْراد[118]، اور وظائف اور تسبیح کے دانوں پر، اُنگلیوں کی گنتی پر عمل نہیں رہا ہے۔ اِس لئے کہ ذکرِ خفی کے ہوتے ہوئے اِس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی بلکہ یہ دیدارِ خدا کی طلب کے راستہ میں حائل ہونے والے مشاغل ہیں۔

حضرت اِمامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام نے ذکرُاللہ ہی کی تاکید فرمائی اور اُسی کو انبیاء اور صُحُفِ سَماوِیہ[119] کا مقصد قرار دیا۔ عملِ ذکرُاللہ میں اِس درجہ اِخلاص کی تعلیم دی کہ مقصدِ ذکرُاللہ بجز دیدارِ خدا[120] کے اور کچھ نہ ہونے پائے۔ اَوْراد اور وَظائف اور دوسرے طریقوں کے اَذکارِ مَراتبی میں مُنتہائے طلب[121] کی یہ شان نہیں پائی جاتی۔

اوراد و وظائف میں غیر اللہ کا تعلق بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً حصولِ رِزق اور تنگ دَستی رَفع[122] کرنے کے لئے ''یَاقَوِیُّ'' اور کسی کی محبت قائم کرنے کے لئے ''یَاوَدُوْدُ'' کا وِرد کیا جاتا ہے۔ ایسے اور بھی اسمائے صفات کے اوراد و وَظائف کئی مقاصد کے لئے ہوتے ہیں، یہ سب اگرچہ کہ خدا کے نام ہوتے ہیں، لیکن اُن کے وِرد کا مقصد ذاتِ خدا نہیں ہوتی۔ اِس کے علاوہ اَوراد اور وظائف میں گنتی کی تکمیل کی طرف بھی توجہ قائم رکھنی پڑتی ہے، لیکن ذکر کا تعلق صرف سانس سے ہوتا ہے اور توجہ صرف ایک ہی مقصد کے لئے محور ہتی ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے ایسے تمام مشاغل سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی جن میں اللہ کا نام تو ہو لیکن مقصد اللہ نہ ہو۔ خالصاً لِوَجہِ اللہ، دیدار کی طلب کے سِوائے کوئی اور طلب ہو اور نہ کوئی ایسی مشغولیت ہو کہ جس کی وجہ سے وِصال اِلی المطلوب یعنی دیدارِ خدا کی طلب سے محروم رہ جائے ذکر اللہ اور عبادات میں مَاسِوی اللہ کا شَمَّہ[۱۲۳] برابر بھی دخل باعثِ خلل تصور کیا جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ چند آیات کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے :

۱۔ اے ایمان والو اللہ کا ذکر بہت زیادہ کرو۔ (۴۱:۳۳)

۲۔ قرآن کی جو آیات وحی کی گئی ہیں اُن کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو بے شک نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور البتہ اللہ کا ذکر بہت ہی بڑا ہے۔ اور تم جو کروگے اللہ وہ سب جانتا ہے۔ (۴۵:۲۹)

۳۔ بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے اور دن اور رات کے بدلنے میں اُن عقلمندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ (۳:۱۹۰، ۱۹۱)

تفسیرِ معالم التنزیل میں اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں جو لکھا ہے اُس کا ترجمہ درج ذیل ہے :

''تمام مفسّروں نے لکھا ہے کہ اِس آیت سے اللہ تعالیٰ کی مُراد تمام حالات میں ذکر کی مُداوِمَت[۱۲۴] ہے کیوں کہ انسان، اِن تین حالتوں میں سے بہت کم خالی رہتا ہے۔''

اِمام فخر الدین رازی نے آیۂ کریمہ

''وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَّخِيفَةً وَ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِينَ ○ (۷:۲۰۵)

''اور اپنے پروردگار کا ذکر صبح و شام گڑگڑاتے ہوئے، خوف کے ساتھ بغیر آواز کے کرتے رہو اور غافلوں میں سے مت ہو جاؤ''

کے تحت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو روایت بیان کی ہے اُس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے:

''ابن عبّاسؓ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے آیۂ شریفہ :

''اَلَّذِینَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیاماً وَّقُعُوْداً وَّعلیٰ جُنُوبِھِم وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذا بَاطِلاً سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ O (۳:۱۹۱)

ترجمہ: جولوگ کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کیا کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے رہتے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہمارے رب تو نے یہ سب بے مقصد نہیں پیدا فرمایا۔ تو پاک ہے، ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔''

کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اگر انسان کو اِن تین حالتوں کے سوائے چوتھی حالت بھی حاصل ہوتی تو اللہ تعالیٰ اُس حالت میں بھی ذکر کا ضرور حکم دیتا۔

(اِمام رازیؒ فرماتے ہیں کہ) ''اِس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر دوام کا حکم دیا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد۴)

صاحب معالم التّنزیل نے آیۂ کریمہ فَاِذاقَضَیْتُمُ الصَّلوٰۃَ فَاذْکُرُوااللّٰہَ قِیاماً وَّقُعُوداً وَعَلیٰ جُنُوبِکُم فَاِذَا طْمَأْنَنْتُم فَاَقِیمُوا الصَّلوٰۃَ اِنَّ الصَّلوٰۃَ کانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِینَ کِتٰباً مَوقُوتاً O (۴:۱۰۳)

ترجمہ : پھر جب تم نماز ادا کرلو تو کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔ پھر جب تمہیں اطمینان ہو جائے تو نماز پڑھو۔ بے شک نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔"

کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت درج کی ہے :

"قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ"

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جملہ اوقات میں اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

ذِکر اللہ سے غفلت کرنے والوں کے لئے قرآن میں بہت سی وعیدات[۱۲۵] آئی ہیں۔ چند آیات کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ بدبختی ہے اُن لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے غفلت کی وجہ سے سخت ہوگئے ہیں۔ یہ سب کُھلی گمراہی میں ہیں۔ (۳۹:۲۲)

۲۔ جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرتا ہے تو اُس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اُس کو قیامت کے دن اندھا اُٹھائیں گے۔ (۲۰:۱۲۴)

۳۔ جو شخص اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو ہم اُس پر شیطان کو متعین[۱۲۶] کردیتے ہیں جو اُس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ (۴۳:۳۶)

۴۔ جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے روگردانی[۱۲۷] کرے گا' اللہ اُس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔ (۷۲:۱۷)

غفلت اور ترکِ ذکر کی سزا عذابِ دوزخ بھی ہے اِس لئے حضرت مہدئ موعود علیہ السلام نے ذکرِ دَوام فرض فرمایا ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی تعلیمات میں عملِ بااخلاص کی جو خصوصیات پائی جاتی ہیں، اُن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے جس طرح عمل کیا اُس کی روایات بہت زیادہ ہیں،

جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ تارکُ الدُّ نیا فقرائے کرام کے لئے کیا نظام الاوقات دیا گیا تھا اور اُس پر کس جوش و اِخلاص سے عمل کیا جاتا تھا۔ چناں چہ روایت ہے کہ :

".....   حضرت بندگی میراں سید محمود رضی اللہ عنہ، صحابہؓ سے بیان فرماتے کہ حضرت میراں علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ذکرِ کثیر کرو اور ذکرِ کثیر کی ترتیب یہ بیان فرمائی کہ اول فجر سے دیڑھ پہر دن تک حُجرہ میں رہیں۔ دو شخص ایک جگہ نہ بیٹھیں اور ظہر سے عصر تک (خدا کی یاد میں) مشغول رہیں۔ عصر کے بعد مغرب تک بیانِ قرآن سُنیں اور مغرب سے عشاء تک ذکر میں مشغول رہیں۔ اگر اپنے اوقات میں کوئی حُجرہ سے باہر آجائے تو اُس کا حجرہ پارہ پارہ کردیں اور اُس کو دائرے سے باہر کردیں۔ اگر یہ بندہ (ثانی مہدی رضی اللہ عنہ) بھی ہوتو یہی عمل کریں۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے قبول کیا۔ (انصاف نامہ)

مہدیٔ موعود علیہ السلام کے مقرر کیے ہوئے ، اجماعِ صحابہؓ کے متفقہ[۱۲۸] اِس نظام الاوقات سے ایک تارک الدُّنیا کے مصروف اوقات معلوم ہوسکتے ہیں۔ اِس میں رات کی نوبت کا ذکر نہیں آیا ہے۔

☆☆

نوبت کامختصر بیان

نوبت کے معنی باری کے ہیں۔حضرت مہدی علیہ السلام نے شب بھر ذکراللہ کے لئے نوبت کا طریقہ جاری فرمایا تھا اور یہ فرضیت قرآنِ مجید کی آیۂ کریمہ سے مُستفاد[129] ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ :

''اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنیٰ مِنْ ثُلُثَیِ الَّیلِ وَ نِصْفَہ، وَ ثُلُثَہ، وَطَائفَۃٌ مِّنَ الَّذِینَ مَعَکَ ط (۷۳:۲۰)

ترجمہ: (اے محمدﷺ) آپ کے رب کومعلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے دوتہائی رات کے قریب اور آدھی رات میں اورتہائی رات میں اٹھتے ہیں۔

''طائِفہ'' کے معنی جماعت یا گروہ کے ہیں۔بعض مفسّرین نے ایک سے زائد' ایک ہزار پر بھی طائفہ کا اِطلاق[130] کیا ہے۔بعض دو سے زائد پر اور بعض تین سے زائد پر طائفہ کا اِطلاق کرتے ہیں اِس لئے کہ عربی زبان میں جمع کا اطلاق دوسے زائد یعنے کم سے کم تین پر ہوتا ہے۔زیادہ کی حدنہیں ہے۔شب داری میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کثیر جماعت رہتی تھی۔

مولوی شبیّر احمد عثمانی نے اِن آیاتِ کریمہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ :

''اَوّلین صحابہؓ سے ایک سال تک بہت تاکید اور تختی[131] کے ساتھ یہ ریاضتِ شاقّہ اِس لئے کرائی گئی کہ وہ لوگ آئندہ تمام اُمّت کے ہادی و مُعلِّم بننے والے تھے۔ ضرورت تھی کہ وہ اِس قدر مَنجھ جائیں اور روحانیت کے رنگ میں ایسے رنگے

جائیں کہ تمام دنیا اُن کے آئینہ میں کمالاتِ محمدی کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھا سکیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم‘‘

نیز یہ لکھا ہے کہ :

’’رات میں جاگنے کا حکم جو شروع سورۃ میں تھا تقریباً ایک سال تک رہا۔ پھر اگلی آیت سے منسوخ ہوا۔ یعنے فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن (۲۰:۷۳) یعنی تم کو جتنا آسان ہو قرآن پڑھو آیۂ شریفہ جو بعد میں آئی ہے اُس سے منسوخ ہوا ہے۔‘‘

نیز یہ بھی لکھا ہے کہ :

’’روایت میں ہے کہ صحابہؓ کے پاؤں راتوں کو کھڑے کھڑے سوج جاتے تھے اور پھٹنے لگتے تھے بلکہ بعض تو اپنے بال رسّی سے باندھ لیتے تھے کہ نیند آئے تو جھٹکا لگ کر تکلیف سے آنکھ کُھل جائے۔‘‘

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ :

’’رات دن کی پوری پیمائش تو[۱۳۲] اللہ کو معلوم ہے وہی ایک خاص اندازہ سے کبھی رات کو دن سے گھٹاتا کبھی بڑھاتا اور کبھی دونوں کو برابر کر دیتا ہے۔ بندوں کو اِس نینداور غفلت کے وقت روزانہ آدھی، تہائی اور دو تہائی رات کی پوری طرح حفاظت کرنا خصوصاً جب کہ گھڑی گھنٹوں کا سامان نہ ہو، سہل کام نہیں تھا، اِسی لئے بعض صحابہؓ رات بھر نہ سوتے تھے کہ کہیں نیند میں ایک تہائی رات بھی جاگنا نصیب نہ ہو۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے معافی بھیج دی اور فرمادیا کہ تم اِس کو ہمیشہ پوری طرح نبھا نہ سکو گے اِس لئے اب جس کو اُٹھنے کی توفیق ہو وہ جتنی نماز اور اُس میں جتنا قرآن چاہے پڑھ لے۔ اب اُمّت کے حق میں نہ تہجّد فرض ہے نہ وقت کی یا مِقدارِ تلاوت کی کوئی قید ہے۔‘‘

(قرآنِ مجید مترجم و محشّٰی از شیخ الہند محمود حسن و مولوی شبیر احمد عثمانی مطبوعہ ۱۳۵۷ھ)

اِن تصریحات[۱۳۳] میں غور اور تفحّص[۱۳۴] کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ رات کے جاگنے کے حکم کو ''نمازِ تہجد'' کے حکم سے مَربوط کرنا صحیح نہیں ہے۔ اِس لئے کہ نمازِ تہجد کے لئے رات بھر جاگنا ضروری نہیں ہے۔ رات کے آخری حصّے میں طلوعِ فجر سے قبل کے کسی بھی وقت میں یہ ادا کی جاسکتی ہے۔

جب یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ رات کے جاگنے کی ریاضتِ شاقّہ سے مُنجھ جاتے ہیں اور روحانیت کے رنگ میں ایسے رنگے جاتے ہیں کہ کمالاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بوجھ کو کندھوں پر اُٹھانے کے قابل بن جاتے ہیں۔ ایسے اہم حکم کو تو جاری رکھنے کی ضرورت تھی تاکہ صحابۂ کرام کی جماعتیں کمالات محمدی ﷺ کا بوجھ زیادہ سے زیادہ اُٹھانے کے قابل بن سکیں اور اُمّت کو روحانیت کے رنگ سے مُشَرّف کرسکیں۔

اِس کے علاوہ غور طلب بات یہ بھی ہے کہ رات میں صرف جاگنے سے روحانیت کے رنگ میں نہیں رنگے جاسکتے۔ جاگنے کا تعلق ذکر اللہ سے ہونا چاہئے۔ اَوراد اور وظائف کے اِنہماک[۱۳۵] سے بھی یہ مقصد پورا نہیں ہوسکتا مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض مفسّرین نے قرآنِ مجید کی، ذکر اللہ کی آیتوں سے بھی نماز مراد لی ہے۔ جیسا کہ اِس موقع پر جاگنے کے حکم سے ''نمازِ تہجّد'' کا حکم مراد لی گئی ہے۔

روحانیت کے رنگ میں رنگے جانے کے لئے ذکر اللہ میں جاگنے کے حکم کو اَوّلِ اِسلام کا حکم قرار دے کر فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ کی اس آیۂ کریمہ سے منسوخ قرار دینا بالکل بے ربط اور بے تعلق بات ہے جس کی وجہ اُمّتِ محمدیہ کو رات کے جاگنے اور ذکر اللہ میں محو و مُستَغرَق رہنے کے فضائل و مُحاسِن[۱۳۶] سے اور روحانیت میں رنگے جانے کا موجب بننے والی ریاضت سے محروم کردینا لازم آرہا ہے۔ حالاں کہ اصحابِ صُفّہ جن کی تعریف قرآنِ مجید میں ''فقراء'' کے لقب سے کی گئی ہے اور اُن کی دینی اور باطنی خصوصیات بیان

ہوئی ہیں، اُنہیں آخر تک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیوض سے مُستَفیض[۱۳۷] ہوتے رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔

اِسی لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی اُمّت میں ''مہدی موعود'' کی بعثت کی خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ :

''یَقُومُ بِالدِّینِ فی آخر الزمان کما قُمتُ بِہٖ فِی اَوّلِ الاِسلام''

ترجمہ: (مہدی موعود) دینِ اسلام کو آخر زمانہ میں اُسی طرح قائم کریں گے جیسا کہ میں نے اوّل اِسلام میں قائم کیا تھا۔

چنانچہ یہ حدیث حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام پر کئی وجوہ[۱۳۸] سے صادق آتی ہے۔ اُسی طرح آیۂ شریفہ پر عمل کے تعلق سے بھی صادق آتی ہے۔ اس لئے کہ مفسّرین نے اوّلِ اِسلام کا حکم قرار دے کر اِس آیۂ کریمہ کو منسوخ[۱۳۹] قرار دیا اور مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اوّلِ اِسلام کے اِس حکم کو از سرِ نو جاری فرمایا۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے اُصولاً اِس مشکل کو حل فرمادیا کہ قرآنِ مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ اِس لئے یہ آیۂ کریمہ بھی منسوخ تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ قرآنِ مجید کی جن آیات کو منسوخ قرار دیا جاتا ہے، اُن کو قرآن میں باقی بھی رکھا جاتا ہے اور قرآن کی حفاظت کا ذمّہ جو خدائے تعالیٰ نے لیا ہے اُس پر منسوخ شدہ آیتوں کی حفاظت لازم کی جارہی ہے۔ اِن منسوخ شدہ آیتوں کی نمازوں میں تلاوت بھی کی جارہی ہے۔ قرآن حفظ کیا جاتا ہے تو وہ منسوخ شدہ آیتیں بھی حفظ کی جاتی ہیں۔ العجب ثم العجب[۱۴۰] یہ مسئلہ ایک نازک علمی بحث کا طالب ہے اس کا یہ محل نہیں ہے۔ ہم نے ماہ نامہ ''نورِ حیات'' کے ''صلاح واصلاح'' کے مسلسل مضمون میں اِس مسئلہ پر بحث کی ہے۔

مختصراً یہ دلیل بھی کافی ہوسکتی ہے کہ مفسّرین نے پہلے تو پانچ سَو آیتوں کو منسوخ قرار دیا تھا۔ اُن میں کمی ہوتے ہوتے شاہ ولی اللہ دہلوی تک صرف پانچ آیتیں منسوخ رہ گئی ہیں۔ حالاں کہ وہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔ [ا]

یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے دور تک جو پانچ/ ۵ آیتیں بقول اُن کے منسوخ ہیں، اُن میں یہ آیۂ کریمہ جس سے نوبت کا فرض مستفاد ہورہا ہے، شامل نہیں ہے۔ اِس سے ثابت ہے کہ اِس آیت کو اب منسوخ قرار دینا خود منسوخ ہوگیا۔ سبحان اللہ۔ صدق ما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحق یعلو ولا یعلیٰ (حق غالب ہی رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا)

حاصلِ کلام یہ کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے چوں کہ کسی بھی آیت کے منسوخ قرار دینے کو غلط اور قرآنِ مجید کے احترام کے خلاف قرار دیا ہے، اس لئے اِس آیۂ کریمہ کو بھی منسوخ قرار دینا قابلِ تسلیم نہیں ہے۔ رات میں جاگنے کی جن مشکلات کی وجہ سے مفسّرین نے اِس آیۂ کریمہ کو منسوخ قرار دینے کی کوشش کی ہے حضرت مہدی علیہ السلام نے اُن مشکلات کو بھی حل فرمادیا ہے۔ جس کی وجہ سے جماعت کے ساتھ رات میں ذکر اللہ کے لئے جاگنا بہت سہل ہوگیا ہے اور قرآن کے حکم کو اوّلِ اِسلام کا حکم سمجھ کر منسوخ قرار دینا بالکل غلط ٹھرا۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے مُتبعین[۱۴۱] کو رات میں جاگنے کے فضائل اور روحانیت کے رنگ میں رنگے جانے کے شرف سے محروم ہونے نہیں دیا۔

[ا] نوٹ: جن پانچ آیتوں کو شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ''منسوخ'' مان کر چھوڑ دیا تھا' شاہ صاحب کے سلسلۂ علماء ہی سے تعلق رکھنے والے ہمارے دور کے جیّد عالم، علاّمہ عبید اللہ صاحب سندھی نے اُن آیتوں کو اُن کی ''ناسخ'' آیتوں سے تطبیق دے کر یہ ثابت کردیا ہے کہ یہ پانچ آیتیں بھی ''منسوخ'' نہیں ہیں۔ اِس سے نتیجہ یہ نکلا کہ دراصل قرآنِ مجید کی کوئی ایک آیت بھی منسوخ نہیں ہے اور یہی حضرت مولّفِ علاّم نے بیان فرمایا ہے۔

مذکورہ تَصریحات میں وقت معلوم کرنے کی مشکلات کو بھی آیت کے منسوخ ہونے کا سبب بتایا گیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اُس زمانے میں گھڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی لیکن دن اور رات کا گھٹنا اور بڑھنا، موسموں کے تابع ہوا کرتا ہے۔ اُس کے مقررہ اوقات میں فرق تو نہیں آتا۔ البتہ اوقات کا معلوم کرنا ضرور دشوار تھا، لیکن دیہات' جنگلات اور صَحراء کے باشندے دھوپ کو دیکھ کر اور رات میں تاروں کو دیکھ کر وقت معلوم کرنے میں ماہر ہوتے تھے۔ ایسے ماہرین کی اب بھی کمی نہیں ہے لیکن پھر بھی اُن کا اندازہ کبھی غلط ہوسکتا ہے۔ ابر اور بارش کے وقت تو بہت زیادہ مجبوری ہو جاتی ہے۔

حضرت مہدیؑ موعود علیہ السلام کے دائرہ میں اِس مشکل کا حل بھی نکالا گیا۔ ایک کٹورا خاص حَجم کا[۱۴۲] ہوتا، اُس کے پیندے میں باریک سوراخ کردیا جاتا تھا۔ پانی سے بھرے ہوئے ایک برتن میں یہ کٹورہ سیدھا رکھ دیا جاتا تھا۔ پانی کٹورے میں آہستہ آہستہ جمع ہوتا جاتا، جب پورا بھر جاتا تو کٹورا ڈوب جاتا تھا۔ کٹورے کا ناپ اور اُس کا سوراخ اِس اندازے کا ہوتا تھا کہ موجودہ وقت کے لحاظ سے تین گھنٹے ختم ہونے پر کٹورا ڈوب جاتا تھا۔ دن اور رات کو ''آٹھ گھڑیوں'' میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ہر گھڑی موجودہ وقت کے لحاظ سے تین گھنٹوں کے مساوی ہوتی تھی۔ ہر گھڑی کے ختم پر کٹورا پانی میں ڈوب جاتا اور پھر اُس کو خالی کر کے پانی پر رکھ دیا جاتا تھا۔ اِس طرح سے اذاں' نماز اور ذکر اللہ کے دن اور رات کے

علاّمہ عبیداللہ سندھی کا ایک مشہور مقالہ ہے ''اِمام ولی اللہ کی حکمت کا اِجمالی تعارف'' اِس مقالہ کے مقدمہ میں جامعہ ملیّہ دہلی کے جناب محمد سرور نے علاّمہ سندھی کے بارے میں یہ لکھا ہے :

''مولٰینا عبیداللہ صاحب سندھی نے اپنی ساری زندگی، اِمام ولی اللہ کے علوم، اُن کی حکمت، نیز اُن کی بنیادوں پر جو تحریک شروع کی گئی تھی، اُن کے مطالعہ اور تحقیق میں گذاری۔

اوقات مقرر کرنے میں اور اُن پر عمل کرنے میں آسانی ہوتی تھی اور دائرہ کے فقراء باری باری سے وقت بتانے والے اِس کٹورے (یا گھڑی) کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ اِس طرح سے رات میں نَوبت جاری رکھنے اور باری بدلنے اور نمازِ تہجّد ادا کرنے میں بھی وقت مقرر کرنے اور اُس کی پابندی کرنے میں سہولت ہوگئی۔ وہ مشکل باقی نہ رہی جو اوّلِ اِسلام کے لوگوں کو پیش آتی تھی۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام رات کو تین حصّوں میں تقسیم فرمادیتے تھے اور اپنے ساتھ ذکر اللہ کے لئے رات میں جاگنے والے فقرائے کرام کو بھی تین جماعتوں میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ رات کے پہلے حصّہ میں نمازِ عشاء کے بعد ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول ہوجاتی تھی۔ باقی کی دو جماعتوں کو آرام کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ ایک گھڑی کے بعد تسبیح کی آواز پر سب اُٹھ کر شریک ہوجاتے تھے۔ اب دوسری جماعت ذکر اللہ میں مشغول ہوجاتی اور پہلی اور تیسری جماعت کو آرام لینے کی اجازت دے دی جاتی جب دوسری جماعت کا وقت پورا ہوجاتا تو پھر تسبیح دی جاتی، سب اٹھ جاتے اور تیسری جماعت مشغول بہ ذکر اللہ ہوجاتی۔ پہلی اور دوسری جماعت کو آرام لینے کی اجازت دی جاتی۔ تیسری جماعت کا وقت پورا ہونے پر پھر تسبیح دی جاتی اور سب اُٹھ جاتے۔ اِس طرح سے پوری رات، طلوعِ فجر تک ذکر اللہ کے لئے باری باری سے جاگنے میں گذر جاتی تھی۔

چنانچہ اِس زمانے میں امام ولی اللہ کی حکمت کا تعارف کرانے کا حق صحیح معنوں میں اگر کسی عالم اور محقق کو ہوسکتا ہے تو وہ صرف عبیداللہ صاحب سندھی کی ذات ہے۔"

علاّمہ جلال الدین سیوطی (وفات ۹۱۱ھ) نے اُن پانچ سو/۵۰۰ آیتوں میں تطبیق دی تھی جن کو منسوخ قرار دے دیا گیا تھا اور یہ بتایا تھا کہ اُن میں سے صرف بیس/۲۰ آیتیں جن میں تطبیق نہ ہوسکی، منسوخ ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اُن بیس/۲۰، آیتوں

اِمامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام خود آرام نہیں فرماتے تھے۔ شب بھر تسبیح دے کر باری بدلتے تھے اور ذکراللہ میں مشغول رہنے والوں کی دِل جمعی[143] اور اِستغراق[144] اور اپنی بتائی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے کی نگرانی فرماتے اور حسبِ ضرورت ہدایت وتحدید[145] فرمایا کرتے تھے۔ جن فقرائے دائرہ کو نمازِ تہجّد اَدا کرنا ہوتا وہ باریوں میں حصّہ لیتے ہوئے وقت پر نمازِ تہجد بھی ادا کر لیتے تھے۔

دوسرے دن شب کے مقررہ حصّہ میں اُس جماعت کو ذکراللہ میں پہلے مشغول ہونے کا حکم ہوتا تھا جس کی گذشتہ شب تیسرے حصّہ میں باری آئی تھی۔ اِس طریقہ سے سہولت کے ساتھ ''نوبت'' جاری رہا کرتی تھی۔ تکلیفِ مالا یطاق یعنی ناقابلِ برداشت تکلیف نہیں ہونے پاتی تھی۔

یہاں ایک اور نکتہ غور کرنے کے لائق ہے وہ یہ کہ باری بدلنے کے وقت تخاطُب کے لئے دوسرے کوئی الفاظ کی بجائے تسبیح (تسبیح کا طریقہ یہ ہے کہ مُرشد حاضرین کے حلقہ میں سب کے ساتھ کھڑے ہوئے بلند آواز سے کہتے ہیں : لَآاِلٰہَ اِلاَّاللّٰہ ۔حاضرین اِس کے جواب میں بلند آواز سے کہتے ہیں : مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ۔پھر مرشد بلند آواز سے کہتے ہیں : اَللّٰہُ اِلٰھُنَا۔حاضرین اِس کے جواب میں بلند آواز سے کہتے ہیں:مُحَمَّدٌ نَّبِیُّنَا۔ پھر مرشد بلند آواز میں کہتے ہیں : اَلْقُرآنُ وَالْمَھْدِیُ اِمَامُنَا۔حاضرین بلند آواز سے

میں سے پندرہ/ ۱۵ آیتوں میں تطبیق دے کر دکھا دیا کہ وہ بھی منسوخ نہیں ہیں۔ البتہ صرف پانچ آیتوں میں شاہ صاحب نے نسخ مان لیا تھا۔ اِس کے متعلق علاّمہ عبیداللہ سندھی یہ تحریر فرماتے ہیں :

''چنانچہ شاہ صاحب' متاخّرین کی اِس اصطلاح کے مطابق قرآن میں نسخ کے سرے سے قائل نہیں۔ لیکن یہ واضح رہے کہ وہ نَسخ کے متعلق عام عقیدہ کی تردید اور اُس کی

کہتے ہیں : آمَنَّــا وَ صَدَّقْنَــا)۔دی جاتی تھی تا کہ اِس قدر کلام کی ضرورت بھی اللہ اور رسول ومہدی کے اقرارِ توحید ورسالت ومہدیت سے پوری ہو۔سبحان اللہ کیا شانِ للّٰہیت واِخلاص تھی۔

حضرت مہدیٔ علیہ السلام کے بعد صحابہ ٔ کرامؓ، تابعین اور تبعِ تابعین اور مرشدینِ سلفِ صالحین[146] کے دائروں میں تین خلفاء ہوں تو نوبت فرض سمجھی جاتی تھی۔ اِس لئے کہ ''طائفہ'' یعنی جماعت ہونے کی شرط پوری ہوجاتی ہے۔ باریوں میں حصّہ لینا فقرائے دائرہ کا فرض ہوتا تھا اور دائرہ کے مرشد خودنہیں سوتے تھے بلکہ پوری رات نوبت میں باری بدلتے رہنا اور فقراء کے ذکراللہ میں اِنہاک اور اِستغراق کی نگرانی کرتے ہوئے ہدایت و تہدید کرتے رہنا مرشد کے فرائض میں ہوتا تھا۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ط

اِن احکام کو پیش کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ایک طالبِ خدا جو دِن رات مشغول بِاللہ رہے۔اُس کو تضیعِ اَوقات[147] کی فرصت ہی نہیں ملتی۔وہ اپنے ایک ایک لمحہ کی قدر کرتا ہے اور دنیا کا مصروف ترین اِنسان ہوتا ہے۔حضرت مہدی علیہ السلام اوقاتِ ذکر میں غیر ضروری کاموں سے احتراز[148] کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

روایت ہے کہ حضرت مہدیٔ موعودالسلام نے ذکر کے اوقات میں دینی گفتگو کو بھی لا یعنی[149] فرمایا ہے۔

اصلاح میں حکیمانہ اُسلوبِ بیان اختیار کرتے ہیں۔وہ جانتے تھے کہ اہلِ علم ایک عرصۂ دراز سے قرآن میں نسخ کو مانتے چلے آرہے ہیں اور جو شخص کُلّی طور پر نسخ کا اِنکار کرتا ہو،اُسے وہ معتزلہ میں شمار کریں گے اور اُس کی بات پر غور کرنا ہی چھوڑ دیں گے۔اپنے زمانے کے اہلِ علم کے اِس رجحان کے پیشِ نظر شاہ صاحب اِس مسئلہ کو تدریجاً سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔''

ایسی متعدد روایات موجود ہیں کہ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوقات کی حفاظت ضروری ہے۔ مثلاً اگر کبھی حضرت اِمامنا علیہ السلام کے تناولِ طعام کے دوران' اذاں کی آواز آجاتی تو آپ وہ لُقمہ جو دستِ مبارک میں ہوتا اُسے صحنک[150] میں چھوڑ دیتے تھے اور نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت بندگی میراں سید محمودؓ اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ اور دیگر مہاجرینِ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عمل تھا۔

حضرت بندگی میاں شاہِ نظامؓ کے مبارک دائرہ سے متعلق ایک روایت درج کی جاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اَوقاتِ عزیز کی پابندی کے سلسلے میں قوم مہدیؑ کا عمل کس قدر عالیّت پر تھا۔

روایت ہے کہ حضرت بندگی میاں شاہِ نظام رضی اللہ عنہہ کے دائرہ میں نمازِ ظہر کا وقت ہوگیا تھا۔ میاں خوند شیخ مہاجرؓ سے نمازِ باجماعت کی ایک یا دو رکعات چھوٹ گئیں۔ نماز کے بعد حضرت بندگی میاں نظامؓ نے فرمایا کہ میاں خوند شیخ، تم میں مُنافقی کی صفت پائی جارہی ہے کہ تم سے دو رکعت، نمازِ باجماعت فَوت ہوگئی اور فرمایا کہ تم سے تکبیر اولیٰ[151] کیوں فوت ہوگئی؟ میاں خوند شیخ نے عرض کیا کہ کھانے پر بیٹھا ہوا تھا اِس لئے دیر ہوگئی۔ حضرت بندگی میاں شاہِ نظامؓ نے فرمایا کہ کیا تم حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کا اِتّباع ایسا ہی کررہے ہو؟ حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام تو اَذاں سُننے کے بعد جو لُقمہ کہ ہاتھ میں

علاّمہ سندھی مزید لکھتے ہیں کہ :

''شاہ صاحب اُن بیس/۲۰ آیتوں میں سے پندرہ/۱۵ کی تطبیق اس طرح کرتے ہیں کہ اُن کا منسوخ ہونا ساقط ہوجاتا ہے۔ چنانچہ صرف پانچ/۵ آیتیں ایسی رہ جاتی ہیں جن کو شاہ صاحب منسوخ قرار دیتے ہیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جس شخص نے اُن پندرہ/۱۵ آیتوں کی تطبیق غور سے پڑھی ہو

ہوتا تھا چھوڑ دیتے تھے اور کھانا نہیں کھاتے تھے"۔ جن طالبانِ مولیٰ کے پاس اللہ کی عبادت اور عبادت کے وقت کی پابندی کا یہ احترام اور یہ اِہتمام ہو وہ کسی فعلِ عبث[۱۵۲] میں وقتِ عزیز کو ضائع کر دینے کے کب رَوادار[۱۵۳] ہو سکتے ہیں؟ اِس روایت سے نماز میں اِمام کی تکبیر اولیٰ میں مقتدی کے شریک ہونے کی اہمیت کیا ہے یہ معلوم ہو رہا ہے۔

اِمامنا علیہ السلام کے فرامین میں جس طرح مُنتہائے عالیت و عزیمت کا معیار پایا جاتا ہے اُسی طرح رُخصت سے تعلق رکھنے والے احکام بھی موجود ہیں۔ آپ نے آٹھ پہر (یعنی موجودہ وقت کے لحاظ سے چوبیس/۲۴ گھنٹے جس میں عصر اور مغرب کے درمیان بیانِ قرآن بھی شامل ہے۔) کے ذاکر کو مومنِ کامل کا حکم سنایا۔ یہ عالیت اور عزیمت کا بلند مرتبہ ہے اور رخصت کی حد میں "سلطانُ اللّیل[۱۵۴]، اور "سلطان النہار[۱۵۵]" کا حکم بھی موجود ہے تاکہ آنے والے زمانے میں اپنی اپنی ہمّت اور صلاحیت کے مطابق دینِ مہدی سے اِستفادہ کر سکیں۔ اللہ کے فضل سے یہ بھی ممکن ہے کہ اِن اَحکامِ رخصت کی صدق دل سے تعمیل ہی تَرقیوں کا زینہ بن جائے۔ حضرت مہدئ موعود علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا ہے کہ :

"وفرمودند یک وقت سلطانُ النّہار و دیگر وقت سلطانُ اللّیل ہر کہ ایں دو وقت را بدیں ترتیب نگاہ دار داز و روز و شب ضائع نہ رَوَد۔ و ہر کہ ایں ہر دو وقت ضائع کرد فقیرِ دین نہ باشد"۔ (نقلیاتِ بندگی میاں عبدالرشیدؒ)

وہ باقی ماندہ پانچ/۵ آیتوں میں بھی بڑی آسانی سے تطبیق دے سکتا ہے۔"

"آپ (یعنی شاہ صاحب) نے یہ حکیمانہ اسلوب اختیار کیا کہ السّیوطی نے بیس/۲۰ آیتیں منسوخ مانی تھیں اُن میں سے جو مشکل تھیں اُن کو حل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ یہ منسوخ نہیں ہیں اور نہایت آسان آیتوں میں نسخ مان لیا۔"

اس کے بعد علاّمہ سندھی نے خود اُن پانچ/۵ آیتوں میں تطبیق دی اور یہ ثابت کر دیا

ترجمہ: حضرت مہدیٔ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک وقت سلطان النّہار رہے اور دوسرا وقت سلطان الّیل ہے۔ جو شخص اِن دو اوقات کی حفاظت کر رہا ہو، گویا اُس سے دِن اور رات ضائع نہیں جا رہے ہیں۔ اِن دو/۲ وقتوں کو جو فقیر ضائع کردے وہ فقیرِ دین نہیں ہے۔

اِس سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدین رضی اللہ عنہ نے رخصت کی حد میں جتنے احکام بیان کئے وہ فرامینِ حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کے تحت بیان فرمائے ہیں۔

تجارت، زراعت اور مُلازمت میں مصروف لوگوں کے لئے جو احکام و ہدایات بیان کئے جاچکے ہیں، اُن پر عمل کرنے کی کوشش کی جانی چاہیئے۔ ''ہر جا کہ باشید با یادِ خدا باشید''[۱۵۶] کے فرمان پر صِدق و اِخلاص سے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مہدیٔ علیہ السلام نے اِنسانی عادتوں کے اُس تاریک گوشہ پر بھی روشنی ڈالی ہے جسے معمولی فروگذاشت[۱۵۷] سمجھ کر نظر انداز کردیا جاتا ہے اور یہ یاد دلایا ہے کہ آدمی اپنی ہر حرکت اور عمل کے لئے خدا کے آگے جواب دہ ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ :

''ایک صاحب کاڑی ہاتھ میں لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر رہے تھے اور دوسرے صاحب تلوار کا پٹّہ پکڑ کر گھما رہے تھے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا کہ ''ایک لمحہ کے لئے تو فرشتوں کو (نامۂ اعمال) لکھنے سے فرصت دو''

کہ یہ پانچ آیتیں بھی منسوخ نہیں ہیں۔

(امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف)

''عملِ بااخلاص'' میں حضرت مؤلّف علیہ الرحمہ نے اِس مسئلہ کا نہایت مختصر تذکرہ فرمایا ہے۔ آپ نے ''صلاح واصلاح'' میں اِس پر کسی قدر تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی نوٹ انشاء اللہ اُسی میں دیا جائیگا۔

(فقیر نصرت بن محمود غفرلھما)

حاصلِ کلام یہ کہ اِنسان کو حیات جو عطا ہوئی ہے، اُس کا مقصد اللہ کی عبادت ہے۔ عبادت کا حقیقی مقصود، معرفت و دیدارِ الٰہی کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ اُس کی زندگی کا ہر لمحہ لاقیمت ہے۔ اُس کی حفاظت سے غفلت نہیں ہونی چاہئے۔ اپنے اعمال کی خدا کے حضور جواب دہی کرنی ہوگی۔ آدمی ہمیشہ اور ہر حالت میں یہ پیشِ نظر رکھے۔

☆☆☆

مؤمن ہر حال میں اور ہر مقام پر عمل کا پابند ہے

حضرت امامنا مہدی علیہ السلام کے بعض فرامین سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اور آپ کے مُتبعین کے لئے کوئی مقام اور مسکن نہیں ہے۔

''روایت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مہدیؑ اور اُس کی قوم کے لئے کوئی جگہ، مقام و مَسکن[۱۵۸] نہیں ہے''

(نقلیاتِ حضرت میاں عبدالرشیدؒ ص ۱۶۸)

مہدویوں کی تاریخ اِس فرمان کی صداقت کی شاہد[159] ہے تفصیلات میں گئے بغیر یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ قومِ مہدی کے لئے کسی ایک مقام یا مسکن کا ہمیشہ کے لئے جائے مسکن بنا رہنا دُشوار ہے۔ ہجرت پر عمل کی وجہ سے بھی کسی ایک مقام کا مستقل طور پر جائے مسکن بنا رہنا دُشوار رہا ہے اور فرمانِ اِمامنا سے بھی ظاہر ہے کہ مستقبل میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ اِس کے باوجود ہر مقام اور ہر حال میں اِمامنا علیہ السلام کے دیئے ہوئے احکام کے تحت، دین کے احکام کا پابند رہنا ضروری ہے۔

چنانچہ آپ کے فرزندِ دِلبند حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدیؓ آپ کی اجازت سے کسبِ حلال کے لئے روانہ ہونے سے قبل رخصت ہونے کے لئے حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ نے اُنھیں اِن الفاظ کے ساتھ روانہ فرمایا :

''شُمارا پناہ بہ اِلٰہ . ہر جا کہ باشید بایا دِخدا باشید''

جملۂ ثانی[۱۶۰] میں آپ کے متبعین کے لئے ایک عظیم ہدایت اور ایک حُکمِ محکم[۱۶۱] موجود ہے۔ یعنی جہاں کہیں رہو، اللہ کی یاد شاملِ حال رہے۔

گوجری زبان میں : ''بہر حال رب سنبھال'' کے ارشاد سے بھی ہر مقام اور ہر حال میں رہنے والے مُتبعین کے لئے وہی حکم مُستفاد ہوتا ہے۔

☆☆

عمل کا رسم[۱۶۲] و عادت و بِدعت[۱۶۳] سے پاک ہونا ضروری ہے

حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا کہ :

''بندہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت دنیا میں بھیجا اور ایسے وقت (بندہ کی مہدیت کا) اعلان کیا کہ دنیا کے وہ تمام لوگ جو دینِ اسلام کے (اتباع) کے دعویدار ہیں، رَسم و عادت و بِدعت میں مشغول ہو چکے ہیں۔ دینِ اسلام کی اصل حقیقت اور اُس کا اصل مقصود اُن میں باقی نہیں رہا ہے، مگر ہے تو صرف مَجذوبوں میں۔'' (نقلیات میاں عبدالرشیدؒ)

اِس سے ظاہر ہے کہ حضرت مہدی[۱۶۴] علیہ السلام کی تشریف آوری کا مقصد یہ بھی تھا کہ آپ رسم و عادت و بدعت کا قلع وقمع فرمائیں اور دینِ اسلام کی حقیقت اور اُس کے اصل مقصود کو تازہ کریں۔ لہٰذا تعلیمات اِمامنا علیہ السلام پر عمل کرنے والوں کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ہر عمل کو رسم اور عادت و بدعت کی آلودگیوں[۱۶۵] سے پاک رکھنے کا خاص طور پر اہتمام کریں اور احکامِ شریعت و طریقت کے اِتباع میں رسم و عادت و بدعت کو راہ پانے کا موقع نہ دیں، بلکہ اِس کے بَرخلاف دینِ اسلام کے اصل مقصود یعنے لِقائے رب اور وصال اِلی المطلوب ہی کو اپنے عمل کا مقصود و مطلوب بنائے رکھیں۔

اِسی لئے قومِ مہدویہ میں دینی خدمات کا معاوضہ[۱۶۶] بھی نہیں لیا جاتا۔ عام طور پر پائی جانے والی عادت و بدعت سے بچنا ضروریاتِ دین سے سمجھا جاتا ہے۔ اَذاں، اِمامت، تراویح میں ختمِ قرآن، مسجد کی صفائی، مُصلّیوں کے لئے پینے اور وضو وغُسل کے لئے پانی،

موسمِ سَرما میں گرم پانی، ڈھیلے سَازی، ضروریاتِ صَوم وصلوٰۃ، وغیرہ کے سب انتظامات خالصاً لِوَجہِ اللّٰہ[167] انجام دیے جاتے ہیں۔ تنخواہ یا معاوضہ لینا خدا کے حکم وَادْعُوْہُ مُخْلِصِینَ لَهُ الدِّیْنَ[168] (۷:۲۹) کے خلاف، ناجائز اور توشۂ آخرت کے نقصان کا باعث سمجھتے ہیں۔ خوشی اور غمی کے اُمور بھی اللہ کے لئے بِلا مُعاوضہ انجام دیے جاتے ہیں۔ حظیرہ[169] میں قبر کے لئے زمین کی قیمت، بڑے سے بڑے سرمایہ دار یا جاگیردار سے بھی نہیں لی جاتی۔ ہر ''عملِ بااخلاص'' فرمانِ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے اِتباع میں اللہ کے لئے کیا جاتا ہے۔

مرشد اور خلفائے متوکّل علی اللہ[170] کی خدمت میں پیسہ، کھانا، کپڑا وغیرہ جو کچھ پیش کرنا ہو، وہ ''اللہ دیا'' کہہ کر پیش کیا جاتا ہے تاکہ دینے والا بھی خالص اللہ کے لئے دے اور اپنی عارضی ملکیت کو حقیقی مالک یعنے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے کے اقرار سے اُس کا ایمان تازہ بہ تازہ[171] ہوتا رہے اور اپنی عارضی نسبت کا تعلق بھی باقی نہ رہے۔ لینے والا بھی بے طلب، دادۂ خدا[172] (خدا کا دیا ہوا) ہونے کی وجہ سے تسکینِ روح[173] حاصل کر سکے۔ اِس طرح قومِ مہدویہ کے عوام وخواص سے ہر فرد کا عمل خالصاً لِوجہ اللہ ہوتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم مُخْلِصِینَ لَهُ الدِّین کی شان جلوہ گر ہوتی رہے۔

☆☆

عمل کے لئے اِخلاص شرط ہے

جوعمل اللہ تعالیٰ کی اِطاعت میں اور اللہ کے لئے ہو اُس کا خالِصاً لِوَجْهِ الله ہونا ضروری ہے۔ اگر اُس کا مقصود غیر اللہ ہو تو پھر وہ عملِ با اخلاص کے زمرہ[174] سے خارج ہو جاتا ہے۔ حضرت اِمامنا علیہ السلام کے ایک فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے آگے ہر آدمی کو اپنے ''عملِ با اخلاص'' ہی کا حساب دینا ہوگا۔

" باز فرمودند کہ روزِ قیامت خدائے تعالیٰ از نسب نخواهد پر سید که ایں پسرِ کیست، از عملِ با اخلاص خواهد پر سید "

ترجمہ: پھر فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نسب کے بارے میں نہیں پوچھے گا کہ یہ کس کا لڑکا ہے بلکہ پُرخلوص عمل کے بارے میں سوال فرمائے گا۔

(نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ ص ۸۷)

اِس سے ظاہر ہے کہ قیامت کے دن جو ''نقدِ عمل''[175] اِنسان کو بارگاہِ خداوندی[176] میں پیش کرنا ہے۔ اُس کا کھرا اور خالص ہونا ضروری ہے۔ اگر اُس میں نسبی تفاخُر[177] ریا کاری، یا دُنیوی اعزاض کا کھوٹ موجود ہو تو وہ کچھ بھی کام آنے والا نہیں ہے۔ اِس سلسلہ میں کئی آیات اور احادیث پیش کی جاسکتی ہیں مگر طوالت کے اندیشہ سے صرف لفظ ''اخلاص'' کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔

اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوائے سب سے بیزاری ظاہر کردی جائے اور مومن سب کی طرف سے اپنی توجہ پھیر کر اللہ کی طرف رجوع ہوجائے ؎

اِسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے ''ترکِ ماسوی اللہ''[178] کی تعلیم دی ہے۔

سورۂ اِخلاص کو یہ نام اِسی لئے دیا گیا ہے کہ اُس میں صرف خدائے تعالیٰ کی توحیدِ ذات[179] کا اور شرکِ جلی[180] اور شرکِ خفی[181] سے اِحتراز کا کامل اظہار ہے۔ احکامِ نبوت، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور احکامِ ولایت جیسے ترکِ دنیا، توکّل، طلبِ دیدارِ خدا، ذکر اللہ، صحبتِ صادقاں، ہجرت وغیرہ، اِن سب فرائض کی ترکِ شرکِ خفی کے ساتھ یعنی ہستی و خودی کو ترک کر کے، خلوصِ نیت کے ساتھ، اعمالِ صالحہ کی ادائی ہوتی رہے تو اِن ہی اعمالِ با اخلاص کو عالیت[182] کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ''اِخلاص'' کے ساتھ عبادت کا حکم دیا ہے :

وَاَقِیمُوا وُجُوهَکُم عِندَ کُلِّ مَسجِدٍوَ ادعُوهُ مُخلِصِینَ لَهُ الدِّینَ (۷:۲۹)

ترجمہ: اورتم ہر سجدہ کے وقت اپنا رُخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ کی عبادت اِس طور پر کرو کہ اُس عبادت کو خالص اللہ کے لئے ہی رکھا کرو۔

نیز فرماتا ہے :

وَادعُوا اللّٰهَ مُخلِصِینَ لَهُ الدِّینَ وَلَو کَرِهَ الکافِرُونO (۴۰:۱۴)

ترجمہ: تم اللہ کو خالص اعتقاد کر کے پکارو اگرچہ کہ کافروں کو ناگوار کیوں نہ ہو

مزید ارشادِ باری ہے :

هُوَ الحَیُّ لَا اِلٰهَ اِلَّاهُوَ فَادعُوهُ مُخلِصِینَ لَهُ الدِّین اَلحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِین O (۴۰:۶۵)

(۲ نوٹ : یہاں مولف علیہ الرحمہ کا اِشارہ اِمامنا مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُس مبارک فرمان کی طرف ہے جس کا ابتدائی حصّہ صفحہ ۱۳/ پر ''مقصودِ عمل'' کے عنوان کے تحت لکھا جا چکا ہے۔ اُس میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ حقیقی مومن تو وہی ہے جس کو رویت، چشمِ سَر یا چشمِ دل یا خواب میں نصیب ہو چکی ہو، مگر طالبِ صادق پر بھی ایمان کا حکم ہے۔ اِس کے بعد فرمانِ مبارک کے الفاظ ہیں :

ترجمہ : وہ زندہ ہے۔ اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پس تم اعتقادِ خالص کر کے اُسی کو پُکارو اور تمام حمد، اللہ ربُّ العالَمین کے لئے ہے۔

قرآنِ مجید میں جابجا ایمان کے ساتھ ساتھ عملِ صالح کا حکم آیا ہے۔ حضرت اِمامنا علیہ السلام نے "عملِ بااِخلاص" کی پُرسِش[۱۸۳] کے بارے میں جو فرمایا ہے اُس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ عملِ صالح جب شرطِ اخلاص کی خصوصیات کا حامل ہو جاتا ہے تو وہ "عملِ بااخلاص" کے درجۂ عالیت[۱۸۲] میں آجاتا ہے۔

چنانچہ ذیل کی آیۃ کریمہ میں "عمل بااِخلاص" کا حکمِ مُحکم نہایت تاکید کے ساتھ آیا ہے :

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوْ اللّٰـهَ مُخْلِصِینَ لَهُ الدِّینَ ۝ (۵:۹۸)

ترجمہ : اور اُن لوگوں کو اِس کے سِوا حکم نہیں تھا کہ وہ اللہ کی اِس طرح عبادت کریں کہ عبادت اُسی کے لئے خالص رکھیں۔

اِس نکتہ کی مزید وضاحت ذیل کی آیتِ کریمہ سے ہوتی ہے جس میں منافقین کے مومن بننے اور مومنیں میں شمار کئے جانے کی شرائط بیان کی گئی ہیں۔ اِن میں توبہ و اِصلاح اور اللہ کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ وابستگی کے بعد "اِخلاص فی الدّین[۱۸۴]" یعنی دین میں اخلاص کا ذکر فرمایا گیا ہے :

"........ مگر طالبِ صادق کہ روئے دلِ خود از غیرِ حق گردانیدہ است و رُوئے دلِ خود سُوئے مَولیٰ آوردہ است..... "

ترجمہ : ...... سوائے طالبِ صادق کے جس نے اپنے دل کی توجّہ غیر خدا سے ہٹالی ہو اور اپنے دل کی توجہ اپنے مولیٰ کی طرف لالی ہو....."

(عقیدہ شریفہ)

اِلَّا الَّذِینَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِینَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِینَ ط وَ سَوْفَ یُؤتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِینَ اَجْراً عَظِیماً O (۱۴۶:۴)

ترجمہ: لیکن جولوگ توبہ کرلیں اور اِصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ پر وُثوق رکھیں اور اپنے دین کو خالص اللہ ہی کے لئے کیا کریں تو یہ لوگ مومنین کے ساتھ ہوں گے اور مومنین کو اللہ تعالیٰ اَجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

نہ صرف عبادات بلکہ معیشت اور معاملات میں بھی ''اخلاص فی الدّین'' لازم ہے۔ کسبِ معاش یعنی تجارت، زراعت اور ملازمت جس کی شریعت میں رُخصت ہے، اُس کا مقصد بھی دین میں اِستقامت[۱۸۵] ہونا چاہئے۔ امامنا علیہ السلام کی چند نقلیاتِ مبارکہ پیش کی جاتی ہیں جن سے اِس مسئلہ کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

''پھر ایک دفعہ فرمایا کہ کسب وتجارت کی شریعت میں اجازت تو ہے لیکن اجازت کی خصوصیت یہ ہے کہ کاسِب اور تاجر کی نیّت یہ رہے کہ عبادت کرسکے اور احکام بجالانے اور ممنوعات سے بچنے کے لئے اُس میں قوّت وتوانائی رہ سکے اور ڈرتا رہے کہ کہیں حِرص وخیانت میں مُبتلا نہ ہوجائے۔ اگر کسب و تجارت میں یہ لحاظ نہ رہے اور دل میں تکاثُر[۱۸۶] اور تفاخُر[۱۸۷] پیدا ہوجائے اور صرف کمانے اور کھانے میں منہمک ہوجائے (یہ تو بڑی بات ہے) اگرچہ کسب نہ

یہی نکتہ اُس شعر میں بھی بیان ہوا ہے جس کو اِمامنا وسیدنا علیہ السلام نے حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ عنہ کے ہندوستان سے ہجرت کرکے آپ کی خدمت میں فراہ مبارک پہنچ جانے پر، زبانِ مبارک سے پڑھا تھا :

بـــایـد شـکـسـت از هـمـــه عـــالـم بـــرائے یـــار

آرے بـــرائے یـــار دو عـــالـم تُـوان شـکـسـت

بھی کرے اور دن رات عبادت اور تعلیمِ علمِ شریعت میں اور عُزلت از خلق میں
مشغول بھی رہے لیکن اُس کی نیت ایسے کاموں سے صرف دنیا ہی دنیا ہو تو اُس
کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہو گا۔''

(نقلیات میاں عبدالرشیدؒ)

نہ صرف عمل بلکہ آدمی کے پورے کردار کو ایسی تمام خرابیوں سے بچانے اور بے لوث و پُر خلوص بنانے کی واحد صورت یہ ہے کہ وہ طلبِ مولیٰ کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہو اور جذبۂ عشق سے سرشار ہو،[۱۸۲] اُس کا دین اور اُس کی عبادت خالص اللہ کے لئے ہو۔

☆☆

(حقیقی) محبوب کی خاطر ساری دنیا سے رشتہ توڑ لینا چاہئے
ہاں محبوب کی خاطر دونوں عالم سے رشتہ توڑ لے سکتے ہیں
فقیر نصرت بن محمود غفر لھما

عذابِ قبر سے نجات بھی عمل ہی سے ہو سکتی ہے

حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام نے مؤمن کے لئے عمل کی اہمیت کو واضح فرماتے ہوئے یہ بھی واضح فرمادیا ہے کہ بغیر عمل کیے تبرّکات[189] کے ذریعہ عذابِ قبر سے نجات پانے کی توقع نہ رکھیں۔ ذیل میں درج کی ہوئی روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت اِمامنا علیہ السلام، مومن کو مردِ باعمل بنانا اور دیکھنا پسند فرماتے تھے۔ آپ کو یہ ناگوار گذرتا تھا کہ کوئی عذابِ قبر سے نجات کے لئے آپ کے مبارک نعلین[190] تبرّک کے طور پر مانگے۔ اِس فرمان کے ذریعہ آپ نے بے جا خوش فہمیوں[191] اور اَوہام[192] سے اپنے متبعین کو بچا کر ایک اِحسانِ عظیم فرمایا ہے :

> ''روایت ہے کہ کسی نے حضرت مہدی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے جسمِ مبارک کے کپڑے کا ایک ٹکڑا یا پُرانی نعلین[190] مُبارک مَرحمت ہوں۔ بندہ بطورِ تبرّک اُٹھا رکھے گا تا کہ قبر میں نجاعت کا باعث ہو۔ آپ نے فرمایا کہ بندہ کا کپڑا اور بندہ کے نعلین بطورِ تبرّک رکھنے کی وجہ سے قبر میں نجاعت نہ ہو سکے گی۔ عمل کرو، بےعمل اگر بندہ کا پوست بھی پہن لے تو ہرگز عذاب سے نجات نہ پائے گا جب تک کہ بندہ کی تعلیمات پر عمل نہ کرے۔''

فرمانِ مذکور میں تبرّکات کے ذریعہ سے عذابِ قبر سے نجات حاصل کرنے کی خوش فہمی کی آپ نے سختی سے تردید فرمادی اور عمل کی اہمیت کو بھی واضح فرمادیا۔ اِس فرمان میں بغیر عمل کے نجات نہ ہونے کا اظہار نہایت وضاحت سے فرمادیا ہے۔ یہ شانِ نذیری[193] آپ کے منصب خلیفۃ اللّٰہی[194] کے شایانِ شان[195] ہے۔ چنانچہ ایک اور روایت بھی آئی ہے :

> ''نیز فرمودند کہ تصدیق مہدی عمل کردن است، نہ اِقرار نہ اِعتقادِ مُجرّد۔''
>
> یعنے نیز فرمایا کہ مہدی کی تصدیق عمل کرنا ہے، نہ کہ صرف اقرار اور اعتقاد۔
>
> (نقلیاتِ میاں عبد الرشیدؓ)

ایسی ہی ایک نقلِ مبارک ''اِنصاف نامہ'' میں آئی ہے :

" نیز نقل است قبولِ مہدی عمل است و گرنہ قبولِ بے عمل مرد و داست "

یعنی نیز نقل ہے کہ مہدی کی قبولیت عمل ہے ورنہ بے عمل کے قبولیت مردود ہے

مذکورہ بالا[196] روایتوں میں بے عملی کے انجامِ بد سے کئی طریقوں سے آگاہ وخبردار فرمایا گیا ہے۔ مثلاً یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ بے عمل کے لئے عذابِ قبر سے بچنا مشکل ہے۔ حتیٰ کہ حضرت کی جیسی مقدّس ہستی ہی کے آثارِ مبارک تبرک کے طور پر کیوں نہ رکھ لے۔ دوسرے فرمان میں غلط فہمی کے اُن دَبیز پردوں[197] کو ذہن سے اٹھادیا ہے کہ محض اقرار اور اعتقادِ مجرّد سے تصدیقِ مہدی کا حق ادا ہوجاتا ہے۔ تصدیقِ مہدی تو ایسی عظیم نعمت ہے کہ اگر کسی کو ایسی ہی نصیب ہو جیسا کہ اُس کا حق ہے تو وہی اُس کے حق میں بینائیِ خدا کا مژدہ[198] بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک اور روایت میں ''تصدیق بندہ بینائیِ خدا[199]'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اُوپر درج کی ہوئی روایت میں ''تصدیقِ مہدی عمل کردن است[200]'' کے الفاظ آئے ہیں۔ بظاہر اِن دونوں نقلیات میں تضاد[201] نظر آتا ہے۔ مگر غور کرنے پر اِن دونوں فرامین میں جو توافق[202] موجود ہے، ظاہر ہوسکتا ہے۔ ایک روایت یعنے ''تصدیقِ مہدی عمل کردن است'' میں حکمِ رُخصت ہے اور یہ ابتدائی درجہ کی طرف اِشارہ کرتی ہے اور دوسری روایت میں عالیت اور مُنتہائے عمل یعنے بینائی کی بشارت دی گئی ہے۔ اِس طرح دونوں روایات میں کوئی تعارض[203] نہیں ہے۔ البتہ جس روایت میں تصدیقِ مہدی کو عمل سے ملزوم[204] کیا گیا ہے، یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ محض اِقرار اور اعتقادِ مجرد سے تصدیقِ مہدی کا اعلیٰ وارفع مقصد پورا ہی نہیں ہوگا۔ اسی لئے ایسے اقرار اور اعتقاد کو جو بغیر عمل کے ہو، تصدیقِ مہدی کے طور پر قبول نہیں کیا جاسکتا۔

اَللّٰھُمَّ اَحفَظْنَا عَنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعمالِنَا۔آمین

غرض آخری فرمان میں قبولیتِ مہدی کو عمل پر منحصر[205] فرمایا گیا ہے۔اِن فرامین میں تہدید اِتنی شدید ہے کہ عمل کی صحیح اہمیت اور قدر و قیمت ظاہر ہورہی ہے۔بغیر عمل کے تصدیقِ مہدی ایک ایسی بدنصیبی اور محرومی ہے جو آدمی کو اِنکار اور اُس کے ہولناک عُقُوبات[206] کے قریب کردیتی ہے، اِسی لئے جس کسی کو بخت[207] و اتّفاق سے اللہ نے تصدیقِ مہدیؑ موعود کی جیسی نعمتِ عُظمٰی[208] سے سرفراز کیا ہے اُس کا فرضِ اولین یہ ہے کہ وہ اِس نعمت کا شکر، تعلیماتِ امامنا علیہ السلام پر حتی المقدور[209] عمل کرکے ادا کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ داوٗد علیہ السلام کو اپنے انعامات سے سرفراز کرنے کے بعد حکم دیا کہ :

اِعْمَلُوْٓا آلَ دَاوُدَ شُکْرًا (۳۴:۱۳)

اللہ، رسول ﷺ اور مہدیؑ کی خوشنودی حاصل کرنے کا سب سے اچھا اور واحد راستہ یہی ہے کہ ہم آپ کے احکام کی اطاعت اور آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا شروع کردیں اور اپنی بِساط بھر کوشش کریں۔ایسی کوشش جب خلوصِ دل کے ساتھ کی جاتی ہے تو اُس پر بھی ایمان کا حکم ہوتا ہے۔چنانچہ ایک روایت یہ ہے :

> نیز فرمایا کہ مہدی کے دائرہ میں تین قسم کی جماعتیں ہیں جیسا کہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ میں تھیں۔مومن، منافق، کافر لیکن خدائے تعالیٰ اُن کو دائرہ میں موت نہیں دیتا۔اگر کسی کو خدائے تعالیٰ، محمد مصطفٰے ﷺ اور آپ کے صحابہؓ اور مہدیؑ اور مہدی کے صحابہ سے محبت ہو دن رات صدقِ دل سے چاہتا ہو اور کہتا ہو کہ دنیا اور خلق کو چھوڑ دوں گا اور اِس طلبِ دین میں صادق رہے گا تو اُس کے لئے منافق یا کافر کا حکم نہیں لگانا چاہئے، اگرچہ کہ وہ دائرہ کے باہر بغیر ترکِ دنیا ہی مرگیا ہو۔کیوں کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے ایسے لوگوں کی نسبت بھی ایمان کی بشارت دی ہے۔لیکن اگر یہ بے ترک ہوں تو حُجّت نہ کرنا چاہئے۔

یہ بشارت جو حضرت مہدی علیہ السلام نے دی ہے عطائے باری تعالیٰ ہے اور فرمایا کہ کردار ہونا چاہئے لیکن کردار پر نظر نہ کرنا چاہئے اور یہ کلمات بھی آپ نے فرمائے :

گر بَا مَنی و دَر یَمنی پیشِ منی

وَر بے منی و پیشِ منی در یمنی

یعنی اگر میری اتباع میں ہو اور یمن میں ہو تو سمجھو کہ میرے سامنے ہو اور اگر میری اتباع میں نہ ہو اور میرے سامنے ہی رہتے ہو تو سمجھو کہ یمن میں ہو۔

غرض مذکورالصدر روایت[۲۱۰] میں جس بشارتِ ایمان کا ذکر ہے، وہ طلبِ صادق اور عمل کے ارادہ اور کوشش سے متعلق ہے۔ اگر یہ طلبِ صادق، یہ عزمِ راسخ[۲۱۱] اور کوشش بھی مَفقُود[۲۱۲] ہو تو پھر بے عمل مَردود کی وعید سے کہاں پناہ مل سکتی ہے؟ اَللّٰھُمَّ احفَظْنَا مِن شُرُوْرِ اَنفُسِنَا . آمین

عمل کی اہمیت اور اُس کے اہتمام کی جیسی تعلیم حضرت مہدی موعود علیہ السلام اور آپ کے خُلفاء ومہاجرینؓ نے دی ہے، اُس کا اظہار الفاظ میں ہونا مشکل ہے۔ تاہم ایک روایت سے اِس کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے :

نقل است یَا اَیُّھَاالَّذِینَ آمَنُوْا لِمَ لَقُوْلُوْنَ مَالا تَفْعَلُوْنَ O (۲:۶۱)

''حضرت میراں سید محمود رضی اللہ عنہ دریں محل تا سہ روز بیان نہ کردند کہ قال با حال باید۔''

یعنی روایت ہے کہ آیت: اے ایمان والو تم جو کرتے نہیں، کہتے کیوں ہو؟ اِس آیت پر حضرت میراں سید محمود رضی اللہ عنہا نے تین روز تک بیان نہیں فرمایا کہ قال با حال[۲۱۳] ہونا چاہئے۔

حاصلِ کلام[۲۱۴] یہ کہ اِمامنا علیہ السلام کی تعلیمات میں عمل کی جو انتہائی اہمیت ہے، اُس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ آپ نے اپنے وصال سے کچھ دیر قبل تک بھی عمل کی وصیّت فرمائی۔

روایت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے رحلت کے وقت اِس آیتِ شریفہ پر بیان فرمایا :

" قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِىْ ط" (۱۲:۱۰۸)

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) کہو کہ یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بصیرت پر بُلا تا ہوں، اور وہ بھی بُلائے گا جو میرا تابع ہے۔

دوسری آیتِ شریفہ " اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ " (۵:۳)

پر بھی بیان فرمایا۔ ایک مہاجر بلند آواز سے رونے لگے۔ آپ نے فرمایا رونے والوں کو جو کچھ معلوم کرنا تھا منجانب[۲۱۵] اللہ میں نے معلوم کردیا۔ اب اِس پر عمل کرنا یا نہ کرنا تم جانیں۔ ''المہدی الموعود'' کے مؤلّف حضرت علامہ سید حسینؒ لکھتے ہیں کہ :

''جب امام علیہ السلام اپنی نِسبت قبر، کفن وغیرہ الفاظ استعمال کرنے لگے تو حضرت شاہ نعمتؒ سے ضبطِ گریہ[۲۱۶] نہ ہوسکا۔ رونے کی آواز نکل گئی۔ امام علیہ السلام نے پوچھا کون روتا ہے؟ حضرت شاہِ نعمتؒ نے عرض کیا، بندہ نعمت، امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میاں نعمت رونے کا یہ وقت نہیں ہے۔ ابھی تو بندہ تم میں ہے اور جب تک تم بندہ کی رَوِش پر چلوگے، بندہ کے مدّعا و مقصود کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بندے کے سُنائے ہوئے احکامِ اِلٰہی پر عمل کروگے، سمجھو کہ بندہ تم میں ہے اور رونے کا وقت تو وہ ہے جب بندہ تم میں نہ رہے گا۔ بندہ کی جُدائی کے آثار یہ ہیں کہ خدانخواستہ خدا کی یاد اور اُس کی طلب تمہارے دلوں سے نکل جائے، اَغنیاء[۲۱۷] اور اہلِ دول[۲۱۸] دنیاداروں کا میلان تمہاری طرف ہوجائے، اہلِ دنیا تم سے نفرت کرنا چھوڑ دیں اور طلبِ دیدارِ خدا جو بندہ کی دعوت کا اصلِ اُصول[۲۱۹] ہے وہ تم سے جاتا رہے، تو یقین کرلو کہ بندہ تم میں نہیں ہے۔ اُس وقت روؤ، جتنا رونا ہو۔ مگر انشاء اللہ مہدی اور مہدویاں قیامت تک رہیں گے۔''

(المھد ی الموعود)

☆☆

اِرشادِ مہدیؑ قرآن وحدیث کے مطابق ہے

غرض ہم نے اِبتداء میں جو فرمان پیش کیا ہے' اُس کے دو اَجزاء[۲۲۰] ہیں :

۱۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز یہ نہ پوچھے گا کہ تم احمد کے بیٹے ہو یا محمد کے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ عملِ با اِخلاص کے بارے میں پوچھے گا۔

فرمانِ مبارک کے پہلے جزو کی تطبیق[۲۲۱] قرآنِ مجید اور حدیثِ شریف سے بھی ہوتی ہے

۔اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

فَاِذَ انُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلاَ اَنۡسَابَ بَیۡنَھُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَلا یَتَسَاءَ لُوۡنَ O (۲۳:۱۰۱)

ترجمہ: پھر جب صُور پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے کوئی انساب باقی نہیں رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔

حدیثِ شریف میں ہے کہ :

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

''اے آدم کے بیٹے قیامت کے دن کسب کے بارے میں سوال کیا جائے گا نسب کے بارے میں نہیں پُوچھا جائیگا۔''

اِس کے علاوہ اِن آیاتِ کریمہ سے اِمامنا علیہ السلام کے مذکورہ فرمانِ مبارک کے دونوں اَجزاء کی تطبیق[۲۲۱] ہوتی ہے :

قُلۡ اِنّی اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَاللّٰہَ مُخۡلِصاً لَّہُ الدِّینَ O۱۱

وَاُمِرۡتُ لِاَنۡ اَکُوۡنَ اَوَّلَ الۡمَسۡلِمِینَ O۱۲

قُلۡ اِنّی اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبّی عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ O۱۳

قُلِ اللّٰہَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصاً لَّہُ دِیۡنِی O۱۴ (۳۹:۱۱'۱۲'۱۳'۱۴)

ترجمہ : (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو منجاب اللہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اِس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اُسی کے لئے خالص رکھوں۔

اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اِسلام لانے والوں میں اوّل رہوں۔

اور کہہ دیجئے کہ میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کرکے اُس کی عبادت کرتا ہوں۔ (الزُّمر)

اِن آیاتِ کریمہ سے ظاہر ہے کہ (۱) دین اور عبادت کا با اِخلاص ہونا (۲) اور قیامت کے دن اُس کی باز پُرس ہونا' اِن دونوں باتوں کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی دیا ہے۔

واضح ہو کہ اِن آیاتِ شریفہ میں لفظِ ''عبادت'' صرف عبادت ہی سے مخصوص اور محدود نہیں ہے بلکہ عمل کے وسیع دائرہ پر اُس کا اِطلاق ہوتا ہے۔ طالبِ خدا کا ہر عمل جو دین کے دائرہ میں ہو اور خالصاً لِوّجہِ اللّٰہ ، اطاعت اور خوشنودی کی غرض سے ہو، عبادت میں داخل ہے۔ تفصیلات کا یہ محل نہیں ہے۔

وَ آخِرُ دَّعوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

فقط

فقیر ابوسعید سید محمود غفرلہ

مشکل الفاظ کے معانی

۱) عملِ با اِخلاص : دل کی پاکی اور توحید پر یقین رکھتے ہوئے، اللہ کی محبت میں اُس کے دین کی پیروی کرنا

۲) پابندِ شَرع : شریعتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اِسلامی قانون) کا پابند

۳) اِقتضاء : تقاضہ، مطالبہ

۴) اِعتقادِ مجرّد : صرف اعتقاد، عمل کیے بغیر محض عقیدہ رکھنا

۵) شوقِ جاذِب : کشش کرنے والا شوق، جذبہ پیدا کرنے والا شوق

۶) عملِ صالح : نیک عمل، دین کی پیروی

۷) پُر آشوب : فتنہ وفساد

۸) ہُویدا (ہُوَ ے دَا) : ظاہر، آشکار

۹) کم وبیش : کم یا زیادہ

۱۰) بُحرانِ اِیقان : یقین میں تغیّر، تبدیلی، تعطُّل، Crisis of faith

۱۱) اخلاقی اَقدار : اَخلاق کی قدریں Moral Values

۱۲) وُقعَت : ساکھ، اعتبار، قدر

۱۳) نظری حیثیت : فکر ونظر کا مسئلہ، خیالی اُصول کے طور پر As a theory

۱۴) گُونا گوں مسائل : رنگ بَرنگ، مختلف مسئلے

۱۵) حَل : سُلجھاؤ، مُشکل کا آسان ہو جانا، کھلنا

۱۶) صِدقِ دِلی : دِل کی سچّائی سے

۱۷) مُسلّمہ : تسلیم کی ہوئی، مانی ہوئی

۱۸) اَفسوس صد اَفسوس : سو بار افسوس، بہت زیادہ رنج، پچھتاوا

۱۹) طوالتِ طلب : طُول، دَرازی، لمبائی کی ضرورت، تفصیل چاہتی ہے۔

۲۰) ہر فردِ ملّت : برادری کا ہر شخص، ہر رکن

۲۱) بے حِسّی : اِحساس نہ ہونا

۲۲) اندوہناک : رنج دینے والے، غم ناک

۲۳) گھٹاٹوپ تاریکی : گھپ اَندھیرا، گہرا اندھیرا

۲۴) اِمامِ آخِرُ الزَّماںؑ : آخر زمانے کے امامؑ

۲۵) خَلِیفۃُ الرَّحمٰنؑ : رحمٰن کے خلیفے

۲۶) بَصیرتِ عملی : عملی دانائی، عقل مندی، بینائی

۲۷) شانِ خلیفۃُ اللّٰہی : اللہ کا خلیفہ ہونے کی شان، رتبہ

۲۸) مظہر : ظاہر کرنے والے، جس سے ظہور ہو

۲۹) تابعِ تامِ محمدؐ : محمد رسول اللہ ﷺ کی کامل پیروی کرنے والے

۳۰) مَظہرِ وِلایتِ محمدیہؐ : محمد رسول اللہ ﷺ کی ولایت جن سے ظہور میں آئی

۳۱) وِصال اِلی الْمَطلُوب : مَطلوب تک پہنچ جانا، جس کی طلب ہو اُسے پالینا

۳۲) لَوازِم : لازمہ کی جمع، ضروریات

۳۴) طَلَبِ دیدارِ اِلٰہی : اللہ کے دیدار کی آرزو کرنا، جستجو کرنا، مانگنا

۳۵) ذِکرِ دَوام : ہمیشہ اللہ کی یاد میں لگے رہنا، ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا

۳۶) عُزلت عَنِ الْخَلق : مخلوق سے الگ ہونا، عوام سے کنارہ کشی

۳۷) ہجرت : اپنا وطن یا مقام اللہ اور اُس کے دین کی خاطر چھوڑ دینا

۳۸) مَوضُوعات : مضامین، عُنوانات، **Topics**

۳۹) ناگزیر : لازمی، ضروری، **Essential, Compulsory**

۴۰) مشترکہ خصوصیات: مِلی جُلی،ایک دوسرے میں شریک،خاص خوبیاں Common Features

۴۱) اِمامُنا علیہ السلام : ہمارے اِمام، اُن پر اللہ کا سلام

۴۲) ہر مَرد و زَن : ہر مرد و عورت

۴۳) مُکَلَّف : تکلیف دیا ہوا یعنی احکام پر عمل کا پابند کیا ہوا

۴۴) جواب دہ : جواب دینے کا پابند

۴۵) مُصدِّقِ مہدئ موعود علیہ السلام : مہدئ موعود علیہ السلام کی تصدیق کرنے والا

۴۶) نیز : اور بھی، دیگر

۴۷) اُمُور : اَمر کی جمع ہے، احکام، باتیں، مسائل

۴۸) لِقائے رَب : رب کی ملاقات یعنی دیدار

۴۹) بحُکمِ خدائے تعالیٰ : اللہ تعالیٰ کے حکم سے

۵۰) دارِ دُنیا : دُنیا کا گھر، مقام، جگہ

۵۱) شُبہ کا اِزالہ : شک کو زائل کرنا، مٹانا

۵۲) مُبتلاءِ شک : شک میں مُبتلاء، شُبہ میں گھرے ہوئے

۵۳) محیط : احاطہ کیا ہوا، گھیرا ہوا

۵۴) مُطلَق : آزاد، بے قید

۵۵) مقیّد : قید کیا ہوا، کسی شرط سے مشروط

۵۶) مباحث : بحث کی جمع، بحثیں Discussions

۵۷) پُرسِش : پوچھ، آدمی کے اعمال کا حساب جو اللہ تعالیٰ آخرت میں لے گا۔

۵۸) قُوّتِ مُحرِّکہ : حرکت کا جَذبہ، کام کا جوش ولولہ Force of Motivation

۵۹) جذبۂ عمل : عمل کا جذبہ، کام کا جوش، ولولہ Motivation

۶۰) شَرط اوّلین : پہلی شرط

۶۱) عظیم جَزاء : نیکی کا بہت بڑا اِنعام جو آخرت میں ملے گا، بڑا ثواب

۶۲) اَجر : ثواب، اُجرت جو آخرت میں ملے گی، مزدوری

۶۳) نعمتِ دیدارِ الٰہی : اللہ کے دیدار کی نعمت

۶۴) کلیدی : کلید، چابی، کُنجی، یعنی دَر کھولنے والی، بنیادی اہمیت

۶۵) لطفِ خاص : خاص عِنایت، مہربانی جو عام نہیں بلکہ خاص ہے

۶۶) مَاسِویٰ : اِس کے علاوہ مزید

۶۷) نوازشِ خاص : خاص عطا، خاص کرم

۶۸) عاجز بندے : کم زور، بے بس، لاچار بندے، غلام

۶۹) اِحسانِ عظیم : بہت بڑا احسان

۷۰) عشق کسبی : اللہ کا عشق جو کسب اور کوشش یعنی عبادت اور ریاضت سے حاصل ہو۔

۷۱) حُصُول : حاصل کرنا، پالینا

۷۲) لازم وملزُوم : ایک کا دوسرے کے لئے ضروری ہونا

۷۳) طریقت : رسول اللہؐ کے طریقوں پر چلنا، باطنی صفائی اور روحانی کمال حاصل کرنا، اللہ والوں کی راہ، راستہ پر چلنا

۷۴) معرِفَت : حق کی پہچان، شِناخت، خداشناسی

۷۵) نہج : طریقہ، راستہ

۷۶) نزدیک تر : زیادہ قریب

۷۷) مُباح : شریعت جس کی اجازت دیتی ہو، جائز

۷۸) سَر نگوُں : سَر نیچے کیئے ہوئے یعنی اُلٹے سَر

۷۹) جدِّ اَمجد : بزرگ دادا

۸۰) ''بندۂ بے اِختیار، بختیار'' : وہ بندہ جو اپنے اختیار یعنی اپنی مرضی اور اپنی پسند کی زندگی نہیں جیتا بلکہ خدائے تعالیٰ کی رضا یعنی اُس کے دین کی اِتباع کرتا ہے اور اُس کی مرضی پر صابِر و شاکِر ہو جاتا ہے۔ وہ بختیار یعنی خوش نصیب بندہ ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو خدا کے حوالہ کر دینا، اُس کے احکام کا پابند ہو جانا بے اختیاری ہے، بے اختیاری اِختیار کر لینے والا بندہ خوش قسمت بندہ ہوتا ہے۔

۸۱) شیوۂ اِطاعت و بندگی : فرماں بَرداری اور غلامی کا رَویّہ، طریقہ، چال چلن

۸۲) دَم اور قدم کی نگہبانی : دَم یعنی سانس پر نظر رکھنا، سانسوں کی حفاظت کرنا جِسے ''پاسِ اَنفاس'' کہا جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ سانس یادِ الٰہی سے خالی نہ رہ جائے اور اللہ کے ذِکر کے بغیر نہ نکلے۔ تھوڑی سی بھی غفلت نہ ہونے پائے، یہ کوشش اِسی لئے نہایت ضروری ہے کہ کسی نے اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہؐ، اللہ کا ذکر کس وقت کیا کرتے تھے۔ اُمُّ المؤمنینؓ نے جواب دیا :

کانَ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ اَحْیَانِہٖ

یعنی اپنے جملہ اَوقات میں اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ یہ اس لئے بھی نہایت ضروری ہے کہ خود حضورؐ نے اِرشاد فرمایا کہ :

کُلُّ نَفَسٍ یَخْرُجُ بِغَیرِ ذِکْرِاللّٰہ فَھُوَ مَیِّت

یعنی ہر سانس جو اللہ کے ذکر کے بغیر نکلے مُردہ ہے

قدم کی نگہبانی یہ ہے کہ مارے مارے در بدر پھرنے سے بچیں اور جہاں شریعت محمدیؐ کے خلاف کام ہوں وہاں قدم بھی نہ رکھیں۔

۸۳) مَحو ہو جانا : گُم ہو جانا، مِٹ جانا، کھو جانا

۸۴) خود بینی : اپنے آپ کو نگاہ میں رکھنا، مَیں پَن، بڑائی

۸۵) ’’بے اِختیار شو بَختیار باش‘‘ : بے اِختیار ہو جا اور خوش نصیب بن کر رہ، قسمت والا بن کر جی (فرمانِ اِمامنا و سیدنا علیہ السلام)

۸۶) کشف : غیب کی باتوں کا ظاہر ہونا، اِنکشاف، نامعلوم باتوں کا کُھلنا

۸۷) تہدید : دھمکی دینا، ڈرانا، خوف دِلانا

۸۸) اظہارِ کرامت : کرامت دکھانا، خُرقِ عادت کوئی انوکھی چیز کر دکھانا

۸۹) ریاضت : عبادتوں میں محنت، مَشقّت

۹۰) مجاہدہ : سخت کوشش، جاں فشانی، نفس کُشی

۹۱) وُقوع : واقع ہونا، نمودار ہونا

۹۲) مَخلُوق : لوگ، عوام

۹۳) مافوقُ العادت : عادت سے بالاتر، انسانی بساط کے باہر Super Natural

۹۴) صاحب شعبدہ : جادو کا کھیل، حیرت انگیز کرتب دکھانے والے

۹۵) حاجات : حاجت کی جمع، ضرورتیں

۹۶) مُطیع : اِطاعت کرنے والا، فرماں بردار

۹۷) مَطلُوبِ حقیقی : حقیقت میں جس کی طلب ہو، اَصل مَطلُوب یعنی خدائے تعالیٰ

۹۸) اعلیٰ و اَرفع : بلند و بالا

۹۹) مقدّس : پاک کیا گیا Holy

۱۰۰) مُفتخر : فخر کرنے والا، اِفتخار رکھنے والا

۱۰۱) اَز غیب : غیب سے

۱۰۲) حقّانیت : سچّائی، حق پر ہونا

۱۰۳) اِبتلاء : آزمائش، اِمتحان

۱۰۴) اَثنائےِ راہ : راستے میں

۱۰۵) غم وزاری : غم کرنا رونا

۱۰۶) منسُوب کر رہے ہیں : نسبت دے رہے ہیں

۱۰۷) سزاوار نہیں : مستحق نہیں

۱۰۸) مُفَصَّل : تفصیلی

۱۰۹) رِہا کرنا : آزاد کرنا

۱۱۰) ریاء : دِکھاوا، لوگوں کو دِکھانے کے لئے کوئی کام کرنا

۱۱۱) رُوسے : دیکھتے ہوئے، پیشِ نظر

۱۱۲) رائیگاں : بے کار، بے عوض، بے قیمت

۱۱۳) بےنوا : بے سامان، بے توشہ محتاج

۱۱۴) اَوقاتِ عزیز : وقت کی جمع اَوقات، محبوب، قابلِ قدر اوقات

۱۱۵) پاسِ اَنفاس : سانسوں کی حفاظت یعنی ہر دم اللہ کے ذکر میں لگے رہنا

۱۱۶) ذکرِ خفی : پوشیدہ، چُھپا ہوا ذکر جس کی امامنا مہدی موعود علیہ السلام نے تعلیم دی

۱۱۷) اَذکارِ مَراتبی : مختلف مرتبوں کے ذکر، یعنی مختلف مقاصد کے لئے اللہ کے اسمائے صفات کا ذکر

۱۱۸) اَوراد : وِرد کی جمع، وہ وظیفے جو روزانہ دہرائے جاتے ہیں

۱۱۹) صُحُفِ سماوِیہ : آسمانی صحیفے، کتابیں، **Divine Scriptures**

۱۲۰) بجُز طلبِ دیدارِ خدا : سوائے دیدارِ خدا کی طلب کے

۱۲۱) مُنتَہائے طلب : طلب کی اِنتہا کا مقام، اِنتہائی منزل

۱۲۲) رَفعِ تنگ دستی : مُحتاجی، مفلسی دُور کرنے کے لئے

۱۲۳) شَمَّہ : کم،تھوڑا،ذراسی خوشبو

۱۲۴) مُداوِمَت : ہمیشگی

۱۲۵) وَعیدات : وَعید کی جمع،سزادینے کاوعدہ

۱۲۶) مُتعَیّن : مقرر

۱۲۷) رُوگردانی : منہ پھیرلینا

۱۲۸) متفقہ : اِتفاق کیے ہوئے

۱۲۹) مُستَفاد : اِستفادہ کی ہوئی،وہ حکم جوبطورِفائدہ حاصل کیا گیا ہو

۱۳۰) اِطلاق : بولاجانا،لاگوکرنا،منطبق کرنا

۱۳۱) تحتُّم : پابند کرکے،لازمی کرکے

۱۳۲) پیمائش : ناپ

۱۳۳) تصریحات : صَراحتیں،توضیحات،کھولنا

۱۳۴) تفحُّص : جستجو،تلاش،ڈھونڈ

۱۳۵) اِنہماک : اِنتہائی مشغولیت،مصروفیت

۱۳۶) مُحاسِن : خوبیاں،نیکیاں،بھلائیاں

۱۳۷) مُستَفِیض : فیض اُٹھانے والے،فیض طلب کرنے والے

۱۳۸) وُجوہ : وجہ کی جمع،صورتیں

۱۳۹) منسُوخ : مٹادیا گیا،ترک کیا گیا،رَد کیا گیا

۱۴۰) اَلعجب ثُمَّ اَلعجب : تعجب اور پھر تعجب یعنی بہت بہت تعجب

۱۴۱) مُتبعین : اِتباع یعنی پیروی کرنے والے

۱۴۲) حَجم : سائز Size

۱۴۳) دِلجمعی : یکسُوئی، دل کی توجہ خدا کی طرف لگی رہنا

۱۴۴) اِستغراق : ڈوبے ہوئے رہنا، یادِ الٰہی میں کھوجانا

۱۴۵) تحدید : کسی چیز کی، ماہیت بیان کرنا، حد پیدا کرنا

۱۴۶) مُرشدینِ سَلَفِ صالحین : گذرے ہوئے صالح مرشدین، نیک عمل کرنے والے گذرے ہوئے مرشدین

۱۴۷) تضیعِ اَوقات : وقت ضائع کرنا گنوادینا، وقت کی جمع اَوقات

۱۴۸) اِحتراز : بچنا، علحدگی، پرہیز

۱۴۹) لایعنی : لغو، بے فائدہ

۱۵۰) صحنک : چھوٹی رِکابی، مٹّی کی چھوٹی پلیٹ

۱۵۱) تکبیرِاُولیٰ : پہلی تکبیر، اِمام کا پہلی مرتبہ بلند آواز سے ''اللہ اکبر'' کہنا

۱۵۲) فعلِ عبث : بے فائدہ کام

۱۵۳) رَوادار : جائز رکھنے والے، اجازت دینے والے

۱۵۴) سلطانُ اللیل : رات کا بادشاہ' عصر اور مغرب کی نمازوں کے درمیان کا وقت جس کو اِمامنا مہدی موعودؑ نے ''سلطان اللیل'' کا نام دیا اور اِس وقت ذکر اللہ کرنے کی سخت تاکید فرمائی۔

۱۵۵) سلطانُ النّہار : دن کا بادشاہ نمازِ فجر کے بعد سے آفتاب طلوع ہونے تک کا وقت جس کو اِمامنا مہدی موعودؑ نے ''سلطان النہار'' کا نام دیا اور اُس میں ذکر اللہ کی سخت تاکید فرمائی۔

۱۵۶) ''ہر جا کہ باشید بایادِ خدا باشید'' : جہاں کہیں رہو، اللہ کی یاد کے ساتھ رہو یعنے اللہ کا ذکر کرتے رہو، یہ اِمامنا وسیدنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کا مبارک فرمان ہے

۱۵۷) فروگذاشت : بھول چوک، کوتاہی، تقصیر

۱۵۸) مسکن : سُکونت کی جگہ، رہنے کا مقام

۱۵۹) شاہد : گواہ

۱۶۰) جُملۂ ثانی : دوسرا جملہ

۱۶۱) حُکمِ مُحکم : مضبوط، قطعی حکم

۱۶۲) رسم : رواج، روایت

۱۶۳) بِدعت : دین میں نئی بات یا رسم نکالنا

۱۶۴) قلَع وقمَع : کسی چیز کو اُکھیڑ پھینکنا، توڑ دینا، مٹا دینا

۱۶۵) آلودگیوں : ناپاکیاں، آلائشیں، ملاوٹیں، دنیاوی تعلقات

۱۶۶) معاوِضہ : اُجرت، بدلہ، مزدوری

۱۶۷) خالِصاً لِّوَجہِ اللّٰہِ : صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے، خلوصِ دل سے اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر کوئی کام کرنا

۱۶۸) مُخلِصینَ لَہُ الدِّین : دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے خلوصِ دل سے اللہ کی اطاعت میں عمل کرنا۔

۱۶۹) حظیرہ : اِحاطہ، چار دیواری، مہدویوں کا قبرستان

۱۷۰) خلفائے مُتوَکّلِین عَلَی اللّٰہ : اللہ پر توکل کرنے والے مرشدین کے خلیفے

۱۷۱) تازہ بہ تازہ : نو بہ نو، تندرست وتوانا، جدید گرماگرم

۱۷۲) بے طلب، دادۂ خدا : بغیر مانگے اللہ کا دیا ہوا

۱۷۳) تسکینِ روح : روح کا سُکون

۱۷۴) زُمرَہ : گروہ، حلقہ Bond, Set

۱۷۵) نَقدِ عمل : عمل کا سرمایہ پونجی، وہ رقم جوفوراً قبول کرلی جائے۔ سکّہ کھوٹا ہے یا کھرا پرکھنا، کھرا سکّہ جوفوراً قبول کرلیا جائے

۱۷۶) بارگاہِ خداوندی : اللہ کی عدالت‘ مقام حضوری، دربار

۱۷۷) نسبی تفاضر : نسب پر فخر کرنا

۱۷۸) ترکِ ماسِوَیٰ اللہ : اللہ کے سواسب کچھ چھوڑ دینا، یکسوئی، توحید

۱۷۹) توحیدِ ذات : ذاتِ خدائے تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتقاد، ایک خدائے تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا لآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا دل سے اِقرار کرنا

۱۸۰) شِرکِ جلی : ظاہر صریح اور کھلا ہوا شرک، خدا کے ساتھ یا خدا کے علاوہ کسی اور کو اُس کا شریک جاننا جیسے بُتوں کی پوجا کرنا وغیرہ

۱۸۱) شِرکِ خفی : پوشیدہ یا چُھپا ہوا شرک جیسے خدا کو چھوڑ کر اِنسان پر ایسا بھروسہ کرنا جیسا خدا پر بھروسہ کرنا چاہئے یا دل میں دولت کو دیوی قرار دے لینا یا خدا کو بھول کر اِقتدار اور شہرت کی ہَوس میں مشغول ہوجانا یا موت اور آخرت کو بھول کر اپنی ہستی کا اعتبار کرلینا، خودی میں مشغول ومگن رہ کر اپنے وجود کو لافانی اور ہمیشہ رہنے والا یقین کرلینا وغیرہ

۱۸۲) درجۂ عالیت : عالیت کا درجہ، اُونچا درجہ

۱۸۳) پُرسِش : پُوچھ، دنیا میں کئے ہوئے اِنسان کے اعمال کی آخرت میں پوچھ جو اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔

۱۸۴) اِخلاص فی الدین : دین میں نیت کا خلوص

۱۸۵) اِستقامت : سیدھا کھڑا ہونا، کسی بات پر مضبوطی سے قائم رہنا، استقلال

۱۸۶) تکاثُر : ایک دوسرے سے مال کی کثرت پر فخر کرنا، دولت کی خواہش اور دولت سے دوسروں پر اپنی بڑائی جتانا

۱۸۷) تفاخُر : ایک دوسرے پر اپنی بڑائی جتانا، دوسروں کے مقابل اپنے آپ پر فخر کرنا

۱۸۸) سَرشار : بھرا ہوا، لبریز، مَست

۱۸۹) تبرُّکات : تبرُّک کی جمع، برکت رکھنے والی چیزیں

۱۹۰) نَعلینِ مبارک : مبارک جوتے، بابرکت جوتے

۱۹۱) بے جا خوش فہمیاں : غلط اُمیدیں، غلط توقُّعات

۱۹۲) اَوہام : وہم کی جمع، گمان، وسُواس، فاسد خیالات

۱۹۳) شانِ نذیری : نذیر کی شان، خدا کے عذاب سے بندوں کو ڈرانے والوں کی شان

۱۹۴) منصبِ خلیفۃ اللّٰہی : خلیفۃ اللہ کا منصب، خلیفۃ اللہ کا مرتبہ، اللہ کے خلیفہ ہونے کا بلند مرتبہ، عہدہ

۱۹۵) شایانِ شان : شان کے لائق، سزاوار

۱۹۶) مذکورۂ بالا : اوپر ذکر کیئے ہوئے

۱۹۷) دَبیز پردوں : موٹے پردوں

۱۹۸) مُژدہ : خوشخبری، بشارت

۱۹۹) ''تصدیق بندہ بینائیِ خدا'' : بندے کی تصدیقِ خدا کی بینائی ہے

۲۰۰) ''تصدیقِ مہدیؑ عمل کردن است'' : مہدیؑ کی تصدیق عمل کرنا ہے۔ یہ امامنا کا فرمان ہے

۲۰۱) تضاد : ایک چیز کا دوسری چیز کی ضِد ہونا، اِختلاف

۲۰۲) توافُق : ایک چیز اور دوسری چیز میں موافقت ہونا، یکسانیت

۲۰۳) تعارض : دو چیزوں کا آپس میں مخالف ہونا

۲۰۴) مَلزُوم : جسے لازم کیا گیا ہو۔جس پر دارو مدار رکھا گیا ہو۔

۲۰۵) منحصر : جس پر اِنحصار کیا گیا ہو،جس پر دارو مدار رکھا گیا ہو

۲۰۶) عقوبات : عُقوبَت کی جمع،عذاب،سزائیں

۲۰۷) بَخت : نصیب،قسمت

۲۰۸) نعمتِ عظمٰی : عظیم نعمت،بہت بڑی نعمت یا اللہ کا انعام

۲۰۹) حتی المقدور : جہاں تک ہو سکے،بِساط بھر To the extent possible

۲۱۰) مذکورُ الصَّدر : اوپر ذکر کیے ہوئے

۲۱۱) عزمِ راسخ : پکّا اِرادہ،مُصَمَّم اِرادہ

۲۱۲) مَفقُود : کھویا ہوا،غیر موجود پایا نہ جائے

۲۱۳) قال با حال : قال یعنی بات چیت،گفتگو،حال کے مطابق ہونا چاہیئے،جو کرتے نہیں وہ کہنا نہیں چاہیئے

۲۱۴) حاصلِ کلام : گفتگو کا حاصل،نتیجہ،مقصد

۲۱۵) مِنجانبِ اللہ : اللہ کی جانب سے،اللہ کی طرف سے

۲۱۶) ضبطِ گریہ : رونے پر ضبط،روک،رُکاوٹ

۲۱۷) اَغنِیاء : غنی کی جمع،دولت مند،مال دار لوگ

۲۱۸) اہلِ دُوَل : دولت کی جمع،سلطنت کے مالک،بادشاہان

۲۱۹) اصلِ اُصول : اصل جڑ،اُصول،اَصل کی جمع،قاعدے،بنیادی طریقے

۲۲۰) اَجزاء : جُزو کی جمع،حصّے،ٹکڑے

۲۲۱) تطبیق : مطابقت،یکسانی،موافقت،مناسبت

ختم شد